

ہفت روزہ

لاہور

# مقامِ نبویؐ

نشر و توزیع

شیخ الفیہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۹ دسمبر ۱۹۵۵

یٰۤاَیُّهَا طُوبٰی اَیُّهَا اَحْمَدُ خَدَّامُ الدِّیْنِ ۝ لَاھُورُ

Printed at



# نہایت سکون نماز پڑھنا

(۲)

از حاجی کمال الدین صاحب مکس کارپوریشن قائم شاہ علی لاہور

ارشاد باری ہے۔ اس میں شک نہیں کہ انسان غیر مستقل مزاج پیدا ہوا ہے کہ جب کوئی تکلیف اس کو پہنچتی ہے تو بہت زیادہ گھبرا جاتا ہے اور جب کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو بھل کرے لگتا ہے کہ دوسرے کو یہ بھلائی نہ پہنچے۔ مگر ہاں وہ نمازی جو نماز کی ہمیشہ پابندی کرتے اور سکون و وقار سے پڑھتے ہیں آگے ان کی آمد چند صفتیں ذکر فرمانے کے بعد ارشاد ہے کہ وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کا جنتوں میں اکرام کیا جائے گا۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات ہیں جن میں نماز کا حکم اور نمازیوں کے فضائل اور ان کے اعزاز و اکرام ذکر فرمائے گئے ہیں۔ اور حقیقت میں نماز ایسی ہی دولت ہے۔ اسی وجہ سے حضور کا ارشاد ہے کہ نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور حضرت خلیل اللہ و عارفانہ میں کہ اسے رب مجھ کو نماز کا خاص اہتمام کرنے والا بنا دے اور میری اولاد میں سے بھی ایسے لوگ پیدا فرما جو نماز کا اہتمام کرنے والے ہوں۔ اسے ہمارے رب میری یہ دعا قبول فرما۔ اللہ کا ایک پیارا بچہ جس کو خلیل ہونے کا بھی فخر ہے وہ نماز کی پابندی اور اہتمام کو اللہ ہی سے ملتا ہے۔ خود خدا اپنے محبوب کو حکم فرماتے ہیں کہ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کرتے رہئے اور خود بھی اس کا اہتمام کیجئے۔ ہم آپ سے ڈرتے کہانے کیلئے نہیں کہتے۔ ورنہ تو ہم آپ کو دیں گے۔ اور بہترین انجام تو یہ میری نگاری کا ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ جب حضور کو کچھ تنگی وغیرہ پیش آتی تھی تو گھر والوں کو نماز کا حکم فرماتے۔ اور دیگر انبیاء کا بھی یہی معمول نقل کیا گیا ہے۔ کہ جب ان حضرات کو بھی کوئی وقت پیش آتی تھی تو نماز میں مشغول ہو جاتے۔ مگر ہم لوگ اس چیز سے ایسے غافل اور بے نیاز ہیں کہ اسلام اور مسلمان کے لیے چڑے و عوئل کے باوجود بھی اصرار متوجہ نہیں ہوتے۔ بلکہ اگر کوئی بلائے والا۔ کہنے والا کھڑا ہوتا ہے تو اس پر نعرے کتے ہیں۔ اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ مگر کسی کا کیا نقصان ہے اپنا ہی کچھ کھوتے ہیں جو لوگ نماز پڑھتے ہیں ان میں سے اکثر ایسی پڑھتے ہیں جس کو نماز کے ساتھ مذاق سے اگر تعبیر کیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اکثر ارکان

بھی پورے طور سے ادا نہیں کرتے۔ خشوع اور حضور کا تذکرہ ہی کیا۔ حالانکہ نبی کریم کا نمونہ سامنے ہے۔ وہ ہر کام خود کر کے دکھلا گئے۔ صحابہ کرام کے کارنامے سامنے ہیں۔ ان کا اتباع کرنا چاہئے۔ خواہم سب کو نماز پڑھنے کی توفیق دے۔ اور ایسی نماز جس میں خشوع اور حضور ہو۔

حضور کا ارشاد ہے کہ نماز کی نماز میں جس وجہ سے نماز شروع اور اختتام ہوتا ہے اسی کے مطابق اس کو اجر و ثواب ملتا ہے کسی کو پورے کا پورا کسی کو ادا کسی کو جو تھائی اور کسی کو دسواں حصہ اور کسی کو بالکل نہیں ملتا کہ وہ اس قابل ہی نہیں ہوتی۔ فرض نماز کے لئے اللہ کے ہاں ایک خاص وزن ہے جتنی اس میں کمی رہ جاتی ہے اس کا حساب کتاب کیا جاتا ہے۔ لوگوں میں سے سب سے پہلے خشوع اٹھایا جائے گا کہ پوری جماعت میں کوئی بھی خشوع سے پرہیز نہ کرے۔

حضور نے فرمایا کہ جو شخص نمازوں کو اپنے وقت پر پڑھے۔ وضو بھی اچھی طرح کیے خشوع اور حضور سے بھی پڑھے۔ کھڑا بھی پورے وقار سے ہو۔ پھر اس کا طرح رکوع سجدے بھی اچھی طرح اطمینان کیا کرے۔ تو وہ نماز روشن چمکدار بن کر جاتی ہے اور نماز کی کو دعا دیتی ہے کہ خدا تیری بھی ایسی ہی حفاظت کرے جیسی تو نے میری حفاظت کی۔ اور جو شخص نماز کو رُوی طرح سے پڑھے۔ وقت کو بھی ٹال دے۔ وضو بھی اچھی طرح نہ کرے۔ رکوع سجدے کی رعایت بھی نہ کرے تو وہ نماز بڑی صورت سیاہ رنگ میں بد دعا دی ہو جاتی ہے کہ خدا تجھے بھی ایسا ہی برباد کرے۔ جیسا تو نے مجھے برباد کیا۔ اس کے بعد تو پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر نماز کے منہ پر مار دی جاتی ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو نماز کو اچھی طرح پڑھیں کہ اللہ کی اہم ترین عبارت ان کے منہ سے نکلتی ہے۔ لیکن عام طور سے ایسی نماز پڑھی جاتی ہے کہ رکوع کیا تو میں سے سجدے میں چلے گئے۔ سجدے سے اٹھتے تو سر اٹھاتے بھی پائے تھے کہ فوراً دوسری وقفہ سجدے میں چلے گئے یہی وجہ ہے کہ آج کل مسلمان گونے جارہے ہیں اور ہر طرف تباہی ہی تباہی کی صدائیں گونج رہی ہیں۔

نئے مذاہب اللہ کی طرف سے نازل ہو رہے ہیں۔ ایک دوسری حدیث میں بھی یہی مضمون وارد ہوا ہے۔ اس میں یہ بھی اضافہ ہے کہ جو نماز خشوع اور حضور سے پڑھی جائے تو آسمان کے دروازے اس کے لئے کھل جائے ہیں۔ وہ نہایت نورانی ہوتی ہے۔ اور نماز کی لئے خدا کی بارگاہ میں سفارش بنتی ہے۔

حضور کا ارشاد ہے کہ جس نماز میں رکوع اچھی طرح نہ کیا جائے تو اس کی مثال اس عورت کی سی ہے جو حاملہ ہو۔ اور جب بچہ پیدا ہونے کا وقت قریب آئے تو اسقاط ہو جائے۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور سے سنا کہ جو قیامت کے دن پانچوں نمازیں ایسی کر حاضر ہو کہ ان کے اوقات کی بھی حفاظت نہ کرے اور وضو بھی اہتمام سے کیا ہو اور ان نمازوں کو خشوع اور حضور سے ملے پڑھتا ہو تو خدا نے عید فرمایا ہے کہ اس کو عذاب نہیں کیا جائے گا اور جو ایسی نمازیں نہ لے کہ حاضر ہو تو اس کے لئے کوئی وعدہ نہیں ہے۔ چاہے اپنی رحمت سے معاف فرما دیں چاہے عذاب دیں۔

ایک اور حدیث میں یوں ارشاد ہے کہ ایک دفعہ حضور صحابہ کے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ تمہیں معلوم بھی ہے اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول ہی جانتے ہیں حضور نے تین مرتبہ یہ دریافت فرمایا اور صحابہ کرام ہی جواب دیتے رہے۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ حق تعالیٰ شانہ اپنی عزت اور بڑائی کی قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ جو شخص ان نمازوں کو اوقات کی پابندی کے ساتھ پڑھے گا اس کو جنت میں داخل کروں گا۔ اور جو پابندی نہ کرے گا تو میرا جہنم چاہے گا رحمت سے بخش دوں گا ورنہ عذاب کروں گا۔

حضور کا ارشاد ہے کہ قیامت میں آدمی کے اعمال میں سے پہلے فرض نماز کا حساب لیا جائے گا۔ اگر نماز اچھی نکل آئی تو وہ شخص کامیاب اور بامراد ہوگا۔ اگر نماز بیکار ثابت ہوتی تو وہ ناخوار اور خسار میں ہوگا۔ اور اگر نماز میں کچھ کمی پائی گئی تو ارشاد خداوندی ہوگا کہ وہ دیکھو اس بندے کے پاس کچھ نفیس میں تو ان سے فرماؤں گی کہ پوری کر دی جائے اگر نکل آئیں تو ان سے فرماؤں گی کہ کم کر دی جائے گی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آدمی کو غفلت کا ذخیرہ بھی اپنے پاس کافی رکھنا چاہئے کہ اگر غفلت میں کچھ کوتاہی تھکے تو میزان پوری ہو جائے۔ بدھ سے لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ اچھی ہم سے تو غفلت ہی پورے ہو جائیں تو قیامت ہے۔ نفیس پڑھنا تو پڑھے آدمیوں کا کام ہے۔ اس میں شک نہیں کہ فرض ہی اگر پورے ہو جائیں تو بہت کافی ہیں۔ لیکن ان کا بالکل پورا ہونا اور جہان کو تسکین کا کام ہے۔ جب حضور ہی بہت کافی



# حکام الدین لاہور

جلد ۱ جمعہ ۲۲ دسمبر ۱۹۵۵ء مطابق ۹ دسمبر ۱۹۵۵ء شمارہ ۳۰

## صفائی کا ہفتہ

لاہور کارپوریشن کی طرف سے یکم دسمبر سے پندرہ دسمبر تک لاہور میں صفائی کا ہفتہ منایا گیا۔ ۳۰ نومبر کو مغربی پاکستان کے انسپکٹر جنرل پولیس نے کارپوریشن ہال میں کارپوریشن کے کونسلروں اور دوسرے معززین شہر سے خطاب کرتے ہوئے اپیل کی کہ وہ باہمی تعاون سے شہر کو صاف ستھرا رکھیں تاکہ نہ صرف صحت عامہ کا تحفظ ہو بلکہ مغربی پاکستان کے دارالحکومت کی خوبصورتی میں اضافہ ہو۔

یکم دسمبر کو لاہور کارپوریشن کے میئر چوہدری کلیم الدین صاحب نے کونسلروں کی معیت میں گلی کوچوں میں جھاڑو دے کر ہفتہ صفائی کا آغاز کیا۔ متعدد مقامات پر رشکوں کی مرمت کی گئی کوڑا کرکٹ اٹھایا گیا اور بچھرا ہوا تیل چھڑکا گیا۔ ہفتہ صفائی کو کامیاب بنانے کے لئے شہر کو سات حلقوں میں تقسیم کیا گیا اور ہر حلقے میں ایک ایک دن صفائی کی ہم چلائی گئی۔ شہر کو صاف تر بنانے کے

لئے ساڑھے ہزار روپیہ خرچ کیا گیا۔ صاف ستھرے مکانوں و گلیوں اور حلقوں کو انعامات، ٹرائیاں اور سرٹیفکیٹ دئے گئے۔

ہم مسلمان ہیں۔ اسلام نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ انسان روح اور جسم کا مجموعہ ہے۔ جسم اس کا لفظ ہے۔ اور حقیقت میں انسان روح کا نام ہے۔ ہفتہ صفائی کا تعلق جسم سے تھا۔ سڑکیں، ٹالیاں، مکانات اور دکانیں صاف ہو گئیں۔ تو جسم کی بے شمار ضروریات میں سے ایک پوری ہو گئی۔ اور وہ بھی فقط ایک ہفتہ کے لئے۔ اس کے بعد وہی غفلت کے ڈھیر ہوں گے۔ اور غریب باشندگان لاہور۔ ابھی ہفتہ صفائی گزرنے بھی نہ پایا تھا کہ ایک نامہ نگار نے پاکستان ٹائمز مؤرخہ ۵ دسمبر ۱۹۵۵ء میں عملہ صفائی کی توجہ دینے پر اور تاج پور کی ناگفتہ بہ حالت کی طرف مبذول کرائی۔ نہ معلوم توجہ ہوتی یا نہیں۔ قیاس یہی ہے کہ نہیں ہوتی۔

## ضروری اعلان

آپ کے پتہ پر اسم گرامی کی چٹ پر  
اگر سرخ نشان x ہے

تو آپ کا چنڈ ختم ہو چکا ہے۔ ہربانی فرا

کر چنڈ بھجوا دیں یا ہمیں دی پی بھیجنے کے

لئے تحریر فرمادیں۔ (منیجر رسالہ خدام الدین لاہور)

یہ تو تصویر کا ایک رخ تھا۔ اب دوسرا رخ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ اور حقیقی انسان (روح) کی حالت کا بھی جائزہ لیجئے۔ ہمیں انڈوس سے یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ روحانی لحاظ سے پاکستانی مسلمانوں کی حالت بد سے بدتر ہوتی جا رہی ہے۔ اخلاقی برائیاں دن دوئی اور رات چوگنی ترقی کر رہی ہیں۔ عوام ہوں یا حکام۔ وندہ ہوں یا ایم۔ ایل۔ اے۔ آقا ماشاء اللہ ہر ایک لوٹ گسٹوٹ کر دولت سمیٹنے میں مصروف ہے۔ اور اس کے بعد اس طرح کمائی ہوئی دولت کو بد معاشرتی میں لٹایا جا رہا ہے۔ جرائم بڑھ رہے ہیں۔ انصاف کا خون ہو رہا ہے۔ حق سچی دار رسید کے مذہبی اصول کی مٹی پلید ہو رہی ہے۔ انسانیت شرم کے مارے سر جھکائے زبان حال سے یہ کہتی ہوئی سنائی دے رہی ہے کہ اے اللہ۔ کیا یہی انسان انشرف المخلوقات اور یرا خلیفہ ہے۔ یہ تو دندوں اور حیوانات سے بھی گر چکا ہے۔ جہاں انسانیت کا دن دھاڑے خون بہایا جا رہا ہے۔ وہاں پرانے نام ظاہری صفائی سے کیا ہوگا۔ بھڑیے کو یا اس کی غلام اور اس کے ماحول کو صاف کرنے سے کیا نفع ہوگا۔ اگر اس کے منہ کو بکری کا خون لگا ہوا ہے اور اس کے اندر گرد بکریوں اور بھڑیوں کی پڑیاں بکھری پڑی ہیں۔ لاہور اگر صاف ہو گیا تو کیا ہوا جب کہ لاہور کے باشندوں کی اکثریت ظالم بنی ہوئی ہے یا ظلم کا شکار ہو رہی ہے۔ اسلام جہاں ظاہری پاکیزگی پر زور دیتا ہے۔ وہاں باطنی صفائی کا بھی حکم دیتا ہے۔ طہارت میں یہ دونوں چیزیں آتی ہیں اور انسانیت کی تکمیل میں طہارت کو بڑا دخل ہے۔ اللہ قائلے ہمارے عوام اور حکام سب کو ظاہری اور باطنی پاکیزگی اختیار کر کے

اس ملک کو صحیح معنوں میں پاکستان بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہم اس دعا از من و از جملہ جہاں میں باد!

## حکمہ ڈاک اور اخبارات و رسائل :-

ہمارے اکثر کرمفرما ہفت روزہ "خدام الدین" لاہور کے نہ پہنچنے پر ہمیں ہی ملزم گردانتے رہتے ہیں۔ ان کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ جہاں تک دفتر کا تعلق ہے رسالہ وقت منقرہ پر سپرو ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ مگر نہ معلوم کیوں متعلقہ حضرات کے پاس باقاعدہ نہیں پہنچتا۔ ظاہر ہے کہ حکمہ ڈاک ہی اس کا ذمہ دار ہے۔ ہمارا دل نہیں چاہتا تھا کہ ہم اس حکمہ کے خلاف لب کشائی کریں۔ لیکن شکایات اتنی ہو گئی ہیں کہ اب ہم قلم اٹھانے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ لاہور کے ایک دوست کو تین ماہ تک برچہ جاتا رہا نہ معلوم کون اس کو وصول کرتا رہا۔ تین ماہ کے (باقی صفحہ ۲)



# عروج و زوال کے الہی قوانین

از جناب مولوی محمد تقی صاحب امین

## قوموں کا عروج و زوال

تو گل از بلغمی خواہی من از گل باغی خویم  
من اند آتش و دھان بنیم تو آتش از دھان جی  
دنیا تغیر و انقلابات کی آماجگاہ ہے۔ یہاں قوموں کی باہمی شکمش ہے۔ اور جماعتیں ایک دوسرے کے ساتھ زور آزمائی میں مصروف ہیں۔ آج کوئی قوم برسر اقتدار ہے تو کل اس کی جگہ دوسری لے لیتی ہے۔ پھر زیادہ دن نہیں گزرنے پاتے ہیں کہ وہ کسی اور کے لئے جگہ خالی کر دیتی ہے۔

قدیم زمانہ میں "بابل و بینوا" کو آباد کرنے والی قومیں "عادر و نود" جیسی پہاڑوں سے ٹکرانے والی طاقتیں "فرود و فرعون" جیسی زبردستوں نے والی شہنشاہتیں "روم و ایران" جیسی تہذیب و تمدن کی شمع روشن کئے والی سلطنتیں اور نہ معلوم کتنی قدیم اور کتنی حکومتیں آسمان ترقی پر پہنچیں اور پھر ذلت و نامرادی کے گرہے میں گر کر خاک ہو گئیں۔

یہ اچھڑی ہوئی بستیاں۔ یہ ظلم کی جگہ میں پسے والی قومیں۔ یہ خاک و خون میں تھکے ہوئے ملک یہ صحراؤں کے بھٹ اور پہاڑوں کے غاروں میں بھی گوشہ عافیت نہ پانے والی آبادیاں اور تمام گناہ و بے بس قومیں جو آج کی طرح کی طرح زندگی گزار رہی ہیں۔ دراصل یہ سب وہی ہیں جن پر اقبال و قیود مہدی کا آفتاب روشن ہو چکا تھا اور بارغ و بہار کا مزہ لوٹنے کے بعد ہی انھیں یہ دن دیکھنے پڑے ہیں۔ "میسز وافی الاثر جی" نے نظر ملاحظہ فرمائیے کہ "کان عاتیکہ المکذبتین" اس مرملہ پر دور جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ عروج و زوال کے بارے میں مسلمانوں کی تاریخ اتنا واضح اور مکمل نمونہ پیش کرتی ہے کہ جس کے بعد اور کسی قوم کی تاریخ دیکھنے کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔

یہ وہ قوم ہے جو اپنے ابتدائی زمانہ میں طوفان کی طرح اٹھی بھگی کی طرح بھگی اور نہ بکھتے ہی دیکھتے اپنی حکومت و مملکت کی حدیں اتنی وسیع کر لیں کہ دھماکی انقلاب کی ذرات کے بعد بارہ برس کے اندر جھپٹیل ہزار شہر اور قلعے فتح کر کے بائیس لاکھ مربع میل پر قبضہ کر لیا اور پہلی صدی ہجری ختم ہونے سے پہلے ہی ایک طرف تو مشرق میں "سند" اور چینی ترکستان تک اور دوسری طرف مغرب میں "ہسپانیہ" تک اپنے اقتدار میں لے لیا۔ علوم و فنون کی ترقی کے لحاظ سے وہ قول ساری دنیا پر اپنی فوجیت و برتری کا

بے داغ سکھ چلایا۔ ذہنی و دماغی اور اخلاقی اور مادی لحاظ سے صدیوں ایسی کامیاب حکومت کی کہ اپنے پاور ہاؤس سے پرانی دنیا کے تینوں براعظموں کو روشنی پہنچاتی رہی اب یہ وہی قوم جس پر مذلت و ادوار مسلط ہے۔ جو ذلیل و خوار ہے۔ جس کے بازو شل اور دماغ جامد ہیں جس میں جہاد و اجتہاد کی طاقت ناپید ہے۔ جو اپنے وطن سے بے وطن ہو رہی ہے اور وطن میں رہ کر غیر ملکی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ جو آج کسی کی خلاصی میں بھرتی ہے تو کل کسی اور کی محکومیت کا طوق محنت پہنتی ہے۔ جس کا دنیا میں نہ کوئی ٹکسار باقی رہ گیا ہے اور نہ بار و بددعا۔ جس کی حالت زار پر نہ آسمان کو ڈرتا آتا ہے اور نہ زمین کو۔ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنْظَرِينَ

اسی طرح تاریخ عالم پر نظر ڈالئے تو بہت سی مثالیں دکھائی دیں گی جو بلند یوں اور سر فرازیوں پر پہنچ کر گر گئیں اور گر کر بہت ہو گئیں اور بہت سی وہ ملیں گی جو پیستیوں اور نامرادیوں سے اٹھیں اور اٹھ کر چند سو گئیں مغرب میں قلعہ الحمراء اور قصر الزہراء مشرق میں قلعہ شامجہانی اور تاج محل زبان حال سے اسی حقیقت کی شہادت پیش کر رہے ہیں۔

الغرض یہی نشیب و فراز۔ یہی اُتار چڑھاؤ۔ یہی بناؤ بگاڑ ایک لا معلوم زمانہ سے چلا آرہا ہے نہ اس میں کسی قسم کی تبدیلی ہوتی ہے اور نہ کسی ایک طرف پر سکون اور ٹھہرنا نظر آتا ہے۔

یہ اور بات ہے کہ اسباب و علل کی دنیا تک ہماری فہم و نارسائی رسائی نہ ہو اور وہ ہماری سمجھ میں نہ آسکیں اس بناء پر یہاں کسی شے کے اتفاقاً بلا کسی سبب کے ہو جانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ البتہ وہ اسباب

کا نتیجہ رہا ہے؟ اس حقیقت سے فلسفہ کا طالب علم اچھی طرح واقف ہے کہ علت و معلول کی دنیا میں ہر ازلے سے ازلے تغیر اور معمولی سے معمولی انقلاب کے لئے اسباب و علل کا پایا جانا ضروری ہے۔

## عروج و زوال سخت اتفاق کی بنا پر نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کیلئے اسباب و علل بھی ہوتے ہیں

علل کیا ہیں۔ جن پر قوموں کا عروج اور زوال ہوتا رہتا ہے؟ اس سلسلہ میں ہیں فلسفہ تاریخ سے بہت کچھ رہنمائی مل سکتی ہے۔ لیکن بدقسمتی سے اس کا جس قدر ایشیائین جو ہمارے سامنے ہے وہ ابک ایسی فقہ کا پٹا ہے۔ جس میں زندگی کی حقیقتوں میں سرسراہٹ کا حیران کن چمک ہے اس لئے لازمی طور سے یہ ماننا پڑے گا کہ وہ افراط و تفریط سے پاک ہو کر اس مسئلہ کا صحیح حل پیش کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا ہے۔ پھر عروج کے جن اسباب کی طرف وہ نشان دہی کرتا ہے وہ بعض حقیقتات سے اس قدر ناقص و نامکمل ہیں کہ ان پر پوری طرح قابو حاصل کر لینے کے بعد بھی حقیقی معنوں میں "انسانیت" اپنی تشنگی نہیں بجھا سکتی ہے۔ چنانچہ جن لوگوں نے ڈاکٹر "لیبان" و "کریان" اور ان کے تخیال لوگوں کی کتابوں اور مقالات کا نور و بین کی نگاہ سے نہیں بلکہ حقیقت بینی کی نگاہ سے مطالعہ کیا ہے وہ یقیناً ہماری اس رائے سے اتفاق کریں گے۔ اور اسباب و علل کی دنیا تک پہنچنے کے لئے کہیں اور روشنی حاصل کرنے پر مجبور ہوں گے۔

برطانیہ نامہ رستمی ہوئی اس موقع پر یاد کر سہم خلاق فطرت کے عطا کئے ہوئے دستور حیات (قرآن حکیم) میں اس مسئلہ کا حل تلاش کرنے کی کوشش نہ کریں۔ حالانکہ اس کا دعویٰ ہے کہ اس کے پیش کئے ہوئے "نظام" میں زندگی کے تمام "خود خال" نمایاں کئے گئے ہیں نیز یہ کہ وہ خالص فطری نقطہ نگاہ سے تمام پہلوئی مسائل کا حل پیش کرتا ہے۔

اس جگہ ہم "قرآن حکیم" میں جو سادہ و سطر ڈالنے سے پہلے ایک اہم حقیقت واضح کر دیتا ضروری سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ آج ہمارے لئے کسی مسئلہ کو فطری طور پر سمجھنا اس لئے مشکل ہو گیا ہے کہ بے لگام عقل و ہوس کی موشتگافیوں اور سرشتیوں نے ہمارے عقو و قبضہ جبار کھا ہے۔ جس کی بنا پر سرشت کے دیکھنے اور سمجھنے کے لئے خورد بینی کی نگاہوں کی تلاش ہوتی ہے اور جب تک اسی نگاہ سے شے کو دیکھ نہیں رہا ہوتا اس پر اعتبار نہیں قائم ہوتا۔

اس سلسلہ میں صرت اتنی گزارش ہے کہ اگر آپ کے پاس غیر مسلم محکمہ میں تو اس ترجمان اعظم قرآن کو انھیں نگاہوں سے دیکھنے کی کوشش کیجئے اور اگر آپ نے اس کو مسلح نگاہوں سے دیکھا تو یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ جس قدر آپ سچا و سچی کوشش کریں گے معاملہ الجھتا جائے گا۔ اور بالآخر سچے نکلے گا۔

ہاں اہل طلب کون سے طعنے نہ پائانت دیکھا کہ وہ مٹا ہی نہیں اپنے کو کھوائے قرآن حکیم کا بیان اسباب سے قرآن حکیم کی نظر میں جس میں زیادہ جامع اور حقیقت پرست شے بھی صحت و اتفاق کا نتیجہ نہیں قرار دی جاسکتی (باقی مکتا پے)



# خطِ تقدیر

انحضرت سید شاہ جہا پوری

مسلم خوابیدہ سخت اے کشتہ خوابِ گراں  
ہر کفِ ذرہ میں ہے آئینہ حسنِ بیتاں  
تو بھی ایسے میں شراب بھر دل بے سوز میں  
اک پیامِ نو بنودے والہِ اعجازِ ذکر  
صورتِ شاہیں فضا سے دہر میں پروازِ ذکر  
نعرہٴ اللہ اکبر سے فضا محسوس ہو  
دے زمانے بھر کو پیتامِ فراغِ زندگی  
کرمے تنویر سے بس بزمِ باغِ زندگی  
ہے تجھی پر منحصر بودِ بنودِ کائنات  
زینتِ آئینہٴ فطرت تری تصویر ہے  
منفصل تیری نظر سے جلوہٴ شمشیر ہے  
ہیں زمین و آسمان قائم سہارے پر تے  
ہاں اگر چاہے تو مردوں کو جلا سکتا ہے تو  
گر یہ شبیہ کو مثلِ گل بہنسا سکتا ہے تو  
عظمتِ رفتہ کو پھر واپس بلا سکتا ہے تو  
صُورِ اسرائیل لڑاں ہے تری آواز سے  
عرشِ کوہِ شکوہ پستی تری پرواز سے!

دیکھ اب معمورہٴ ہستی کی ہر شے ہے جواں  
ہر لبِ غنچہ پہ ہے رنگِ بہارِ جادواں  
عشرتِ فردا نظر آئے غمِ امروز میں  
غنچے غنچے کو چمن کے گوشِ برآوازِ ذکر  
دامنِ گردوں سے پیدا فرشِ پا اندازِ ذکر  
ذرہٴ تاریک سے پیدا جہانِ نور ہو  
مے سرِ آذرہٴ قسمت کو دماغِ زندگی  
کر دلِ ہر ذرہ میں روشن چراغِ زندگی  
ہے تری موجِ نفسِ مجہ کثودِ کائنات

تیری ہر تخریب کے پہلو میں اک تعمیر ہے  
یہ تری چینِ حبس ہے یا خطِ تقدیر ہے  
رقص کرتے ہیں فرشتے بھی اُٹارے پر تے  
ہر دلِ کہنہ پہ رنگِ نو چڑھا سکتا ہے تو  
عظمتِ رفتہ کو پھر واپس بلا سکتا ہے تو



# مجلس خیر

مؤید :- چودھری عبدالرحمن خان صاحب

آج مؤرخہ ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۷۵ھ مطابق یکم دسمبر ۱۹۵۵ء مؤرخہ و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے ذکر کے بعد مہذبہ خیر تقریر فرمائی

## اصلاحِ حال سے زیادہ اصلاحِ حال کی ضرورت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفَى وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

میری آج کی تقریر کا عنوان ہے کہ اصلاحِ حال سے زیادہ اصلاحِ حال کی ضرورت ہے۔ بالفاظ دیگر صورت کی سب سے بہتر تہذیب کی ضرورت ہے۔ سورۃ المتفقون رکوع چہارم ۲۸ میں منافقین کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-  
وَ اِذَا دَاۤءٰیہُمْ تَحٰجِبْکَ اَحْسٰۤمُہُمْ ط وَاَنْ یَّقُوْا تَشَہَّدُوْا لِقَوْلِہُمْ ط کَا تَہْکُمۡ خُشْفٌ مُّسْتَدۡیَرٌ (ترجمہ) اور جب آپ ان کو دیکھیں۔ تو ان کے جسم و شکل (صورت) آپ کو خوشنما معلوم ہوں۔ اور اگر یہ باتیں کرنے لگیں تو آپ ان کی باتوں کو (خوش سے) سنیں، وہ ان لکڑیوں کی طرح ہیں جو (دیوار کے) سہارے سے لگاٹی ہوئی ہیں۔

منافقین کی ظاہری شکل و صورت بڑی مہذبہ تھی لیکن اگر اندر دیکھا جائے تو بالکل خالی نظر آتے تھے کسی دنیوی غرض کی بناء پر مسلمان ہو کر اسلام کا ساتھ دے رہے تھے۔ لیکن دل میں اسلام کی حجت نہیں تھی۔ منافقین صورت کے لحاظ سے بڑے مسلمان معلوم ہوتے تھے جب باتیں کرتے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی کان لگا کر سنتے تھے۔ لیکن اندر اسلام کا کچھ بھی رنگ نہ چڑھا ہوا تھا۔ ان کی مثال خشک لکڑی کی سی ہے۔ جس کو دیوار کے ساتھ لگا دیا جائے تو کھڑی رہے گی۔ ورنہ زمین پر گر پڑے گی۔ اندر ایمان کی روح نہیں ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہے۔ اصلاحِ حال نہ ہو تو اصلاحِ حال سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی سن لیجئے۔ حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ

عنه فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور کے پاس ایک شخص بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص سامنے سے گزرا۔ حضور نے اس سے پوچھا کہ اس کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے۔ اس نے عرض کی کہ معزز لوگوں میں سے ہے کہ اگر شہرہ آفاق توجہ دیا جائے کسی سے سفارش کرے تو قبول کی جائے۔ آپ یہ سن کر خاموش رہے۔ تھوڑی دیر بعد دوسرا شخص گزرا تو اس کے متعلق آپ کے دریافت کرنے پر اس نے عرض کیا کہ یہ میں فقراء المسلمین (یعنی مسلمانوں کے فقراء میں سے) ہے۔ اگر یہ رشتہ مانگے تو کوئی دینے کو تیار نہ ہوگا۔ سفارش کرے تو قبول نہ ہوگی۔ بات کہے تو کوئی نہ سنے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر ساری زمین پہلے شخص کی مانند لوگوں سے بھری ہوئی ہو تو یہ ایک شخص الٰہی سب سے بہتر ہے۔

میں کہا کرتا ہوں کہ بعض اولیاء اللہ ایسے ہوتے ہیں جو سبک پلیٹ فام ہوں کہ اصلاحِ خلق اللہ کا کام نہیں کرتے ان کا وجود اللہ تعالیٰ کی رحمت کی جذبہ کتاب ہے۔ وہ بظاہر اس طرح رہتے ہیں کہ دنیا داران کے منہ پر تھوکتا بھی پسند نہ کریں۔ لیکن وہ گھڑی میں صلہ جوتے ہیں۔ اگر اس قسم کے اللہ والے لاہور میں ہوں تو کوئی نہ کہہ سکیں کہ یہ ایک منٹ سے پہلے پہلے غرق ہو جاتے۔ چونکہ یہاں کوئی نہ دیکھتا ہے۔ اس لئے نماز بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کو روک رہے ہیں۔ لہذا کہتے تھے :-  
اِنَّ کَانَ ہٰذَا اَھْوَاۤیَ مَنۡ غَدِیَ کَ فَطَعِلَہَا عَلَیْکَآ  
حِجَارَۃٌ مِّنَ السَّمَآءِ (سورہ انفال رکوع ۱۲ پارہ ۵)  
ترجمہ :- اگر یہ (قرآن) ٹھیک تیری طرف سے ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسے۔

اللہ تعالیٰ جواب میں فرماتے ہیں :- وَمَا کَانَ اللّٰہُ لَیُعَذِّبَہُمْ وَاَنْتَ فِیْہِمۡ  
ترجمہ :- اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز عذاب نہ کرے گا جب تک

آپ ان میں موجود ہیں

ہم اس دفتر میں سے آج گزر رہے ہیں۔ جس کی ہر بات اچھی ہے اور جس کے متعلق جگت کیسے کہنا چاہیے۔ رنگی کو نارنگی کہیں دھند کر دے کو کھوپا چلتی ہوئی کو گاڑی کہیں دیکھ کر کبیرا دیا ہماری اکثریت کی عقل ماری گئی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے بیچ کے طور پر رکھے ہوئے ہیں۔ غاکسارانِ جہاں را بختارت منکر تو چہ دانی کہ دریں گرد سوالے باشد

یہی وجہ ہے کہ میں کہا کرتا ہوں کہ یہ اندھوں کا جہان ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اندھے سائے۔ دنیا کوئی آپ کہتے ہیں مینا سارے اور اندھا کوئی۔  
فَاَیُّہَا لَا تَعْمٰی الْاَبْصَارُ وَلٰکِنۡ تَعْمٰی الْقُلُوْبُ الَّتِیۡ فِی الصُّدُوْرِ (ترجمہ) پس بے شک آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ سینوں میں جو دل ہیں وہ اندھے ہو جاتے ہیں)

ہماری اکثریت چونکہ رشوت۔ شراب۔ زنا۔ وغیرہ روحانی امراض کے باعث مسخ ہو چکی ہے۔ اس لئے ان پر ان باتوں کا اثر نہیں ہوتا۔ وہ احمق ہیں۔ عقل مند وہ ہے جس کی زبان و دہر اس جو۔ حق نفع عاجل کو دیکھتا ہے۔ جیسے چور۔ اس نے طوائف کی دکان سے رات کو مٹھائی کا محتال چسپایا۔ صبح پوچھ لپٹیش کے لئے آئی اور کھوج دکان کے چور کو گرفتار کر لیا۔ مٹھائی تو مضم ہو گئی۔ محتال پکا لکھا۔ خبر دیتی ہے شہی نقش پا کی! ابھی اس راہ سے گورا ہے کوئی مقدمہ چلا اور دو سال کے لئے جیل میں بھیج دیا گیا۔ یہ حماقت ہے۔

دنیا کے بڑے بڑے غلام سفروں اور عقائد کی ڈالگیاں قبر سے درے درے کاہ آ رہیں۔ اس کے بعد سب اللہ میں حل ہیں ایمان ہو۔ اور قرآن کے نور کا سرمہ بنا کر آنکھوں میں ڈالا جائے۔ تو نظر قبر حشر ملکہ اس کے بعد جنت اور عذراخ پر ہوگی یہ بھیر لیتا ہوتا ہے کہ اگر گناہ کیا تو قبر عجم کا کوئی بھی نہیں حضور کے دروازے سے دھکے نہیں لگے۔

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَتْ رَسُوْلُہٗ الْبَرِیُّ الْکَرِیْمُ وَرَحْمَتُ عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشَّہِیْدِیْنَ

اللہ تعالیٰ بھی سچے اور حضور بھی سچے۔ عقل فقط حضور کے سر میں تھی۔ جس کا آپ کے سینہ اطہر سے جتنا تعلق ہوگا اس کو اتنی ہی عقل ہوگی۔ آپ کے بعد عقل فقط اللہ والوں کو ہوتی ہے۔ مہارے سلاطین۔ امراء۔ و وزراء۔ میر سطر ایٹ لاہ۔ سب احمق ہیں۔ بد معاشیاں کرتے ہیں مگر یہ نہیں سمجھتے کہ یہ جو دہرول اور ڈاکوؤں کی زندگی ہے۔ عمارت گرفتاری (یعنی موت) آیا تو سب شوقی اور شہی کر کر رہی ہو جائے گی۔ ان کے مقابلہ میں حضور کے



دروازے کا غلام ہے۔ جس کی جوتی ٹوٹی ہوئی ہے۔  
 کپڑے چھٹے ہوئے ہیں۔ وہ عقلمند ہے۔  
 پاگل پاگلوں کو پسند کرتے ہیں۔ ایک تضرع مشہور ہے۔  
 کہ ایک بادشاہ کو کسی بخومی نے بتلایا کہ فلاں وقت  
 ایک ہوا چلے گی۔ جس کو وہ لگ جائے گی وہ پاگل  
 ہو جائے گا۔ بادشاہ نے جب اس سے پوچھا کہ اس  
 سے بچنے کی بھی کوئی تدبیر ہے۔ بخومی نے جواب دیا  
 کہ ہاں۔۔۔ کسی تختہ میں جو اس دن چھپ  
 جائے گا وہ بچ جائے گا۔

جب وہ وقت آیا تو بادشاہ اور وزیر تختہ  
 میں چلے گئے۔ وہ دونوں بچ گئے۔ باقی سب رعایا  
 پاگل ہو گئی۔ کپڑے پھاڑ ڈالے اور ننگے ہو کر  
 ناپچنے لگے۔ جب بادشاہ اور وزیر کو کپڑے پہنے  
 ہوئے دیکھیں۔ تو ان کا مذاق اڑا دیں اور ان کو  
 پاگل بتائیں۔ چند دن کے بعد وہ دونوں تنگ  
 آ گئے۔ انہوں نے بخومی سے پھر دریافت کیا کہ اب  
 کوئی ایسی تدبیر بتاؤ کہ ہم بھی پاگل ہو جائیں۔ اس  
 نے کہا کہ اس دن کا منگھ میں بچا ہوا پانی ہو  
 تو پانی پیجئے۔ چنانچہ انہوں نے پانی پیا اور  
 پاگل ہو گئے۔ اب جب وہ ان کے ہم رنگ  
 ہو کر پاگلوں میں گئے تو سب کہنے لگے۔ بادشاہ  
 سلامت آگئے۔

کندہم جنس با ہم جنس ہر دواز  
 کبوتر با کبوتر باز با باز  
 ہم میں سے جو پاگل ہیں وہ اپنے جیسے پاگلوں  
 کو ہی پسند کرتے ہیں۔ وہ کسی عالم دین۔ حافظ قرآن  
 یا اللہ کے نیک بندے کو کوئی عہدہ دینے کے  
 لئے تیار نہیں۔

اللہ تعالیٰ اور حضور کے ارشادات میں  
 پیش کر چکا ہوں کہ قال سے زیادہ اصلاح حال  
 ضروری ہے۔ اب اللہ والوں کے ارشادات بھی  
 سن لیجئے۔

قال را بگذارد و جنگه سوئے حال  
 بر اشد تو خندہ زندا اسہد بلال  
 فراتے ہیں قال کو چھوڑ کر حال کی فکر کرو۔ اگرچہ تو  
 فقط کے لحاظ سے اشد ان لا الہ الا اللہ۔ اشد  
 ان محمد رسول اللہ کہتا ہے۔ اور حضرت بلال رضی اللہ  
 عنہ کی بھانجے اشد ہی کہتے تھے۔ لیکن تو حیدر اور  
 عشق نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح ان کے  
 اندر زیادہ تھی۔ اس لئے ان کا اسہد تیرے اشد  
 سے اچھا تھا۔

ایک دوسرے بزرگ کا ارشاد ہے  
 قال را بگذارد مرد حال شو  
 پیش مرد کامل یا مال شو  
 یعنی قال کو چھوڑ کر صاحب حال ہو جا۔ یہ تب ہو سکے گا  
 جب تو کسی کامل کے سامنے اپنی ہستی کو فنا کر کے  
 دیٹھے گا۔

حال کی اصلاح کے لئے ضروری ہے کہ۔  
 (۱) خدا کی ذات ہی انسان کی مطلوب۔ محبوب اور  
 مقصود ہو جائے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ  
 کا ارشاد ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا اسْتَشَارُوا حُبَّ الرَّحْمَةِ  
 (ترجمہ) اور ایمان والوں کو اللہ سے شدید  
 ترین محبت ہوتی ہے۔

اللہ اسم تفضیل مذکر کا صیغہ ہے۔ اس سے لگے  
 محبت کا کوئی درجہ نہیں ہے۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کو ضروری سمجھا  
 جائے۔ یہ جب ہی ہو سکتا ہے۔ کہ آپ سے عشق  
 کے درجہ کی محبت ہو۔

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم لا مؤمن احد کم حق الا کون احب الیہ  
 من والدة وولده والکاف۔ (جمعین متفقین)  
 (ترجمہ) حضرت انس سے روایت ہے۔ آپ نے  
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص  
 اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کے  
 نزدیک اس کے باپ بیٹے اور سب لوگوں سے  
 زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

(اللہ کی طرح یہاں بھی احب ہم تفضیل کا صیغہ ہے)  
 یہ اصلاح حال ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی رضا  
 ہر حال میں مطلوب۔ محبوب اور مقصود ہو جائے۔  
 (میں) آپ میں محبت اللہ واسطے ہو۔ حضور کا ارشاد ہے  
 قَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى خَلْقٍ مِّنْ خَلْقٍ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَالَ اللَّهُ  
 لِعَالِي وَحْدَتِ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدٌ فِي الْوَحْدَةِ لَيْسَ  
 فِيهِ وَالْمُتَّحِدُونَ فِي الْوَحْدَةِ لَيْسَ فِيهِ (رواہ مالک)

(ترجمہ) معاذ بن جبل فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ  
 کو یہ فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ  
 آپ میں میری رضا مندی اور خوشنودی کے لئے  
 محبت کرتے ہیں۔ ان سے مجھ کو محبت کرنا ضروری  
 ہے۔ اور جو لوگ محض میری رضا کے لئے باہم پیٹتے  
 ہیں۔ اور میری تعریف کرتے ہیں۔ اور ایک دوسرے  
 سے محبت کرتے ہیں اور اپنا مال خرچ کرتے ہیں  
 ان سے بھی مجھ کو محبت کرنا واجب ہے۔  
 اپنا امتحان خود کیا کیجئے کہ میری پیاری ہے یا غدا۔  
 اولاد زیادہ محبوب یا خدا۔ افسر کا ذکر زیادہ ہے یا خدا کا  
 اگر اصلاح حال ہو چکی ہے تو اللہ تعالیٰ اور حضور کے  
 مقابلہ میں کسی چیز کی بھی پروا نہ ہوگی۔

اب اس آیت کو لے کر اسکولوں۔ کالجوں۔ دفاتر  
 اور عدالتوں میں چلے جائیے۔ اور دیکھئے کہ مسلمان کی  
 کیا حالت ہے۔ کوچ اور صوفیہ سیٹ پیارے۔ بیوی  
 پیاری۔ زنا اور شراب زیادہ پیارے ہیں۔ اللہ اور  
 حضور کے حکم کی پروا ہی نہیں۔ اپنی یہ حالت ہے  
 اور ان کے نزدیک حاملین دین یعنی علمائے کرام بے پروا

ہیں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اسے اللہ ان کو ہدایت عطا فرما۔  
 آمین! ہر چیز کی ایک منہی ہوتی ہے۔ ہدایت کی  
 منہیاں مساجد ہیں۔ یہ بدعت مساجد میں آئے اور ٹوٹی  
 چٹانوں پر سر بسجود ہونے کو اپنی کسر شان سمجھتے ہیں۔  
 اگر مسجد میں انسان کی کسر شان ہے۔ تو اللہ والوں کے  
 جوتے کی کسر شان ہے ان کی کوٹھیوں پر جانا۔ نعم الامیر  
 علی باب الفقیر۔ جس الفقیر علی باب الامیر۔ جس ہدایت  
 کو ٹھیوں میں نصیب نہ ہوگی۔ دروازہ الہی پر آؤ گے  
 تو ہدایت نصیب ہوگی۔ تمہاری دروازہ الہی پر آؤ گے  
 سے عزت بڑھے گی۔ اللہ والوں کی تمہاری کوٹھیوں  
 پر جانے سے بے عزتی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ مجھے ادا آپ کو اصلاح حال کے  
 لئے ہر ممکن کوشش کرنے کی توفیق فرمائے۔ آمین

## بقیہ نایک کون نماز پر حنا

(مسل سے آگے)

ہوئی جاتی تو اس کے پورا کرنے کے لئے نفل کا ہونا  
 اللہ ضروری ہے۔

ایک دوسری حدیث میں بھی مضمون زیادہ وضاحت  
 سے آیا ہے۔ ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عبادت میں سب سے  
 پہلے نماز کو فرض فرمایا ہے۔ اور سب سے پہلے اعمال  
 میں نماز ہی پیش کی جاتی ہے اور سب سے پہلے عبادت  
 میں نماز ہی کا حساب ہوگا۔

روز محشر کہ حال گذارے بود

اولین پر شش نماز بود

اگر فرض نمازوں میں کچھ کمی رہ گئی تو نفلوں سے اس  
 کو پورا کیا جائے گا۔ جو شخص مسلمان ہوتا۔ تو حضور سے  
 پہلے اس کو نماز ہی کے انتہام کا حکم فرماتے تھے۔

حضور کا ارشاد ہے کہ قیامت میں سب سے پہلے نماز کا  
 حساب کیا جائے گا۔ اگر وہ اچھی اور پوری نکل آئی تو  
 باقی اعمال بھی پورے اترینگے اور اگر وہ خراب ہو گئی تو باقی  
 اعمال بھی خراب نکلیں گے۔

حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں ایک نیاں  
 جاری فرمایا تھا کہ سب سے زیادہ ہتھم بالشان چیز میرے نزدیک  
 نماز ہے۔ جو شخص اس کی حفاظت اور اس کا انتہام کرے گا  
 وہ دین اور اجزاء کا بھی انتہام کر سکتا ہے۔ اور جو اس کو  
 ضائع کر دے گا وہ دین کے اور اجزاء کو زیادہ برباد کر  
 دے گا۔ حضور کے اس پاک ارشاد اور حضرت عمرؓ کے  
 اس اعلان کا فتوا بظاہر ہے جو دوسری حدیث میں آیا  
 ہے کہ شیطان مسلمان سے اس وقت تک ڈرتا رہتا ہے  
 جب تک وہ نماز کا پابند اور اس کو اچھی طرح ادا کرتا رہتا ہے  
 کیونکہ خوف کی وجہ سے اس کو زیادہ جرأت نہیں ہوتی لیکن  
 جب وہ نماز کو ضائع کر دیتا ہے تو اس کی جرأت بہت بڑھ جاتی  
 ہے اور آدمی کے گمراہ کرنے کی امنگ پیدا ہو جاتی ہے اور  
 پھر بہت مہلکات اور بڑے بڑے گناہوں میں مبتلا کر دیتا ہے  
 اور یہی مطلب حق تعالیٰ شانہ کے ارشاد ان الصلوٰۃ تنہی عن الفحشاء  
 والمنکر کا۔ (باقی آئندہ)



خطبہ یوم الجمعہ :- ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ مطابق ۲ دسمبر ۱۹۵۹ء

از شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب خلیفہ جامع مسجد شہید ابوالدین

ترقی کی دو قسمیں

آپ کو معلوم ہے۔ کہ انسان دو چیزوں سے مرکب ہے۔  
انہیں روح اور جسم کہتے یا با اصطلاح احکام شرعیہ کے  
غلا سفر اعظم حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے  
انہیں ملکیتہ اور ہیئیتہ کے نام سے تعبیر کیجئے۔ انسان  
کی ایک ترقی ضروریات جسمانی کو بدرجہ اتم و  
اکمل پورا کرنے کے لئے ہوتی ہے مثلاً پہلے  
انسان پیدل منزل طے کرتا تھا۔ پھر اس سے  
ترقی کی۔ تو پہیلیوں پر سفر کرنے لگا جنہیں پہل جوتے جاتے  
تھے۔ پھر اس سے ترقی کی تو ٹھوڑا گاریاں نکلیں پھر اس سے ترقی کی تو گاڑیوں  
نکلیں۔ پھر اس سے ترقی کی۔ تو ہوائی جہاز نکلیں۔  
اس کے بعد خدا جانے۔ انسان سفر جلدی طے کرنے  
کے لئے کیا کیا چیزیں ایجاد کرے گا۔ حقیقت ہے  
اس قسم کی ترقی نہ اصل انسانیت کی ترقی نہیں ہے  
بلکہ انسان کے لغاتہ کی ترقی ہے۔ جسے جسم کے نام  
سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

انسان کس چیز کا نام ہے؟

اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ ہر ایک لطیف چیز پر ایک  
کثیف چیز کا غلاف چڑھا کر اس دنیا میں بھجواتا ہے  
جب تک وہ لطیف اور کثیف اکٹھی ہوں تو دونوں  
کا نام ایک ہی ہوتا ہے۔ اور جب دونوں کو الگ  
کر دیا جائے۔ تو دونوں کے نام بھی الگ الگ ہو  
جاتے ہیں۔ مثلاً بادام۔ جب تک چھلکا اور منہز بادام اکٹھے  
ہوتے ہیں۔ دونوں کا نام بادام ہی ہوتا ہے اور جب

بادام کے اندر سے مغز نکال دیا جائے تو پھر اس کے اچھ کا خول بادام نہیں کہلاتا۔ بلکہ بادام کا چھلکا کہلاتا ہے۔ یہی حال انسان کا ہے۔ جب تک روح جسم کے اندر جوتی ہے۔ تو روح اور جسم دونوں کا نام انسان ہوتا ہے اور جب مرنے کے بعد روح نکل جاتی ہے۔ تو پھر انسان کا ڈھانچہ انسان نہیں کہلاتا۔ بلکہ انسان کی لاش کہلاتا ہے۔

ثابت ہوا کہ جن چیزوں کا حلق انسان کے جسم سے ہے ان میں خواہ کتنی بھی ترقی کی ہو جائے۔ وہ دراصل انسانیت کی ترقی نہیں ہے بلکہ انسان کے لطف کی ترقی ہے۔ ایسی چیزوں کی ترقی کو انسانیت کی ترقی کہنا صحیح اور فریب ہے۔ جب

انسان روح کا نام ہے

تو ہمارا فرض ہے کہ ہم ایسے وسائل پیدا کریں۔ جہاں  
میں روح کی ترقی ہو۔ روح چونکہ عالم حکومت سے آتی  
ہوتی ہے۔ اور وہاں اس کی غذا فقط ذکر الہی  
مندی۔ عالم حکومت کہئے۔ یا عالم مثال یا عالم ارواح وہاں  
کے سب رہنے والوں کی غذا حفظ ذکر الہی ہے۔  
جسے حقیقتہً انسان کہا جاتا ہے۔ اس کی ترقی یہ ہے  
کہ ذکر الہی میں روز بروز بیش از پیش قدم بڑھتا  
جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے  
لیے مالی اور بدنی قربانیوں میں تیز گام ہوتا جائے۔ اللہ  
تعالیٰ نے اس راستہ پر تیز گام ہونے والوں  
کو عقلمند کا خطاب عطا فرمایا ہے۔

قوله تعالى رَأَى فِي خُلُقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ  
وَاجْتِلَابِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَا يَلِيكَ إِلَّا فِي الْأَقْبَانِ  
الْبَقِيَّةُ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَمًا وَقُوْدًا وَعَلَى جُودِهِمْ  
وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خُلُقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ٥  
رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا ۖ سُبْحَنَكَ فَقِنَا  
عَذَابَ النَّارِ ۝ رَبَّنَا إِنَّكَ مِنْ شَيْءِ خَلْقِ النَّارِ  
فَقَدْ أَخْزَيْتَنَا وَمَا نُنَاجِيكَ مِنَ الْغُصَايِ ۝  
رَبَّنَا إِنَّا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ  
آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَأَمْنَانَا رَبَّنَا فَاعْفُ عَنَّا ذُنُوبَنَا  
وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَقَّنَا مَعَ الْأَوْلِيَاءِ رَبَّنَا  
وَإِنَّا مَا وَعَدْتَنَا عَلَى رُسُلِكَ وَلَا تُخَيِّرْنَا بَيْنَهُ

سودہ آل عمران رکوع ۲۰ - پار ۷ - ترجمہ :-  
 بیشک آسمان اور زمین کے بنانے اور رات اور دن  
 کے آنے جانے میں ابتداء عقلمندوں کے لئے نشانیاں  
 ہیں۔ وہ جو اللہ کو ٹھہرے اور بیٹھے اور کھڑے پر بیٹھے  
 یاد کرتے ہیں۔ اوسا آسمان اور زمین کی پیدائش میں فکر  
 کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ اے ہمارے رب تو نے  
 یہ بے فائدہ نہیں بنایا۔ تو سب عیبوں سے پاک ہے  
 سو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا دے۔ اے ہمارے  
 جسے تو نے دوزخ میں داخل کیا۔ سو تو نے اسے سزا  
 کیا۔ اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔ اے رب  
 ہمارے ہم نے ایک پکارنے والے سے سنا۔ جو ایمان  
 لانے کو پکارتا تھا۔ کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ۔ سو ہم  
 ایمان لے آئے۔ اے رب ہمارے اب ہمارے  
 گناہ بخش دے۔ اور ہم سے ہماری بُرائیاں مٹو کر  
 دے۔ اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ موت دے۔  
 اے رب ہمارے اور ہمیں دے۔ جو تو نے ہم سے اپنے  
 رسولوں کے فدیہ و دہرہ کیا اور ہمیں قیامت کے دن  
 رسوا نہ کر۔ بیشک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔

عقل مندوں کے جذبات کا خلاصہ

- (۱) کھڑے ہونے کی حالت میں خدا یاد کرنا۔  
(۲) بیٹھے ہونے کی حالت میں خدا یاد کرنا۔  
(۳) لیٹے ہونے کی حالت میں خدا یاد کرنا۔  
(۴) آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں کو حکمت پر مبنی خیال کرنا۔  
(۵) اللہ تعالیٰ کو ہر عیب سے پاک جاننا۔  
(۶) دوزخ کے عذاب سے بچنے کی دعا کرنا۔  
(۷) دوزخ کے فاصلہ کو انتہائی ذلت و تنہا کرنا۔  
(۸) یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ کے بانگیوں کا کوئی معذکار نہیں ہوگا۔  
(۹) اے اللہ ہم نے ایمان لانے کی دعوت دینے کی آواز کو سنا۔ اور ہم ایمان لے گئے۔  
(۱۰) اے اللہ (ایمان لانے کے باعث) ہمارے سب گناہ معاف کر دے (یعنی بڑے گناہ بخشدے۔ اور چھوٹی موٹی برائیوں پر پردہ ڈال دے۔  
(۱۱) اور جب اٹھاتا ہو۔ نیک بندوں کے روضہ میں داخل کر کے دنیا سے اٹھا لے۔  
(۱۲) اللہ پیغمبروں کی زبانی ان کی تصدیق کرنے پر جو وعدے آپ نے کئے ہیں۔ ان سے ہمیں بہرہ اندوز کیجئے کہ قیامت کے دن ہماری کسی قسم کی رسوائی بھی نہ ہو۔  
(۱۳) آپ کے ہاں تو وعدہ خلافی کا احتمال بھی نہیں۔  
حاصل  
یہ نکلا کہ عقلمند لوگ ہیں جو محض جسمانی ترقی پر ہی مرقفہ



نہیں ہوتے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ سے اپنا بندگی کا تعلق بھی خوب بنا رہتے ہیں۔ ہر حالت میں خدا کی یاد میں مشغول رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کیطرت سے جو آواز آئے اس پر لبیک کہتے ہیں۔ اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں۔ اور خدا پرستوں کی سی موت چاہتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ خود کو کے دیکھا جائے تو واقع میں عقلمند کہلانے کے مستحق بھی وہی لوگ ہو سکتے ہیں جن کی نظر دنیا اور آخرت کی دونوں زندگیوں پر ہو۔ وہ لوگ دنیا میں عورت سے رہنے کے متمنی اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات پانے کے خواہشمند اور اس کے لئے کوشاں ہیں۔

محض دنیاوی ترقی کے خواہش مند بیوقوف ہیں۔ دنیا کے تمام مذاہب میں یہ مسئلہ مسلمہ ہے۔ کہ اس جہاں کے بعد ایک دوسرا جہاں بھی ہے جس میں انسان نے یہاں سے منتقل ہو کر جانا ہے۔ لہذا عقلمند وہ انسان ہے جو اپنی زندگی کا پروگرام ایسا بنائے۔ جو دونوں زندگیوں میں اسے اسودہ اور خوشحال رکھے۔ ایسا پروگرام فقط قرآن مجید ہے۔ جو سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رسول خدا تسلیم کرنے کے بعد ہی اس پروگرام پر یقین آ سکتا ہے۔ کہ یہ خدائی تجویز کردہ پروگرام ہے۔ اور یہ امتحانی پروگرام اس بات کا ذمہ دار ہے کہ تمہاری دنیا اور آخرت دونوں زندگیاں اس سے سنور جائیں گی۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

قوله تعالیٰ (فَاَلْبَسْنَاهُ لُبًّا دُنْيَا وَآخِرَةٍ طَوَّابًا لِلْغَنِيِّينَ) (سورہ آل عمران رکوع ۵۴ پارہ ۷) ترجمہ :- پھر اللہ نے ان کو (اپنے مقبول بندوں کی دنیا کا ثواب اور آخرت کا عہدہ بدلہ دیا۔ اور اللہ نیک کام کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

### بیوقوفوں پر عتاب

فقط دنیاوی ترقی کو مقصود بالذات بنانے والے بیوقوفوں کو قیامت کے دن کہا جائے گا۔

قوله تعالیٰ :- رَوِّ يَوْمَ يُعْرِضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ ط اَذْهَبْتُمْ كَيْدَكُمْ فِىْ حَيَاتِكُمْ فِى الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ط فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُمُومِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ فِى الْاَرْضِ ط بَغْيًا اِنْتِ تَوْبَمَا كُنْتُمْ تَقْسُقُونَ (سورہ الاحقاف رکوع ۷۱ پارہ ۲۱)

ترجمہ :- اور جس دن کافروں کے رویہ لائے جائیں گے۔ ان سے (کہا جائے گا) تم (اپنا قصور پاک چیزوں میں سے اپنی دنیا کی زندگی میں کئے اور تم نے خاندان اٹھا رکھے۔ پس آج تمہیں عذاب کا عذاب دیا جائے گا۔ بدلے اس کے جو تم زمین میں ناحق اڑا کرتے تھے اور بدلے اس

کے جو تم نافرمانی کیا کرتے تھے۔

### ترقی کے بعد ہمیشہ تنزل

ماوی ترقی کو مقصود بالذات بنانے والوں کو ہمیشہ ترقی کے بعد تنزل ہوا ہے۔ اور عروج کے بعد زوال نصیب ہوا ہے۔ اور عزت کے بعد قلت ہوئی ہے۔

قوله تعالیٰ :- وَ كَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظِلْمًا وَ اَنشَانَا بَعْدَهَا قَوْمًا ط اَمْرِيْنَ هَ قُلُوبًا اَحْسَوْا بَاْسَنَا اِذَا هُمْ مِنْهَا يَرْكُضُونَ هَ لَا تَرْكُضُوا وَ اَنْزِعُوا اِلٰى مَا اَنْزَعْتُمْ فِىْهَا وَ مَسَلِكُمْ تَنْقَلِبُكُمْ تَسْلُكُونَ هَ قَالُوا لَوْلَا اَنَّا كُنَّا ظَالِمِيْنَ هَ فَمَا زِلْنَا تِلْكَ دَعْوَاهُمْ حَتّٰى جَعَلْنَاهُمْ حَصِيْدًا خِلَافِيْنَ هَ (سورہ الانبياء رکوع ۲۱ پارہ ۲) ترجمہ :- اور ہم نے بہت سی بستیوں کو جو ظالم (خدا سے بغاوت کے بعد اور کون سا بڑا ظالم ہو سکتا ہے) تھیں۔ غارت کر دیا ہے۔ اور ان کے بعد ہم نے اور قومیں پیدا کیں۔ پھر جب انہوں نے ہمارے عذاب کی آہٹ پائی۔ تو وہ فوراً وہاں سے بھاگنے لگے۔ رست بھاگو۔ اور لوٹ جائے جہاں تم نے عیش کیا تھا۔ اور اپنے گھروں میں جاؤ۔ تاکہ تم سے پوچھا جائے۔ کہنے لگے۔ ہائے ہماری کبھتی بے شک ہم ہی ظالم تھے۔ سوان کی بھی پکار رہی۔ یہاں تک کہ ہم نے انہیں ایسا کر دیا۔ جس طرح کبھتی کٹی ہوئی ہو۔ اور وہ بچ کر رہ گئے۔

### فرعون اپنی ماوی ترقی پر مغرور تھا

قوله تعالیٰ :- (وَ نَادٰى فِرْعَوْنُ فِىْ ثَوْبِهِ قَالِ يَتُومِرُ الْاَيُّسُ فِىْ مُلْكِ مِصْرَ وَ هٰذَا اِلٰهِيْ تَجْعَلُنِىْ مِنْ عَشْرَتِمْ اَفْلَا تُبْصِرُونَ هَ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِنْ هٰذَا الَّذِىْ هُوَ مَوْجُوْدٌ لَّا وَّلَآئِكَ اِيَّائِيْنَ) (سورہ الزخرف رکوع ۲۵ پارہ ۲۵)

ترجمہ :- اور فرعون نے اپنی قوم میں منادی کر کے کہ دیا۔ اے میری قوم کیا میرے لئے مصر کی بادشاہت نہیں۔ اور کیا یہ نہیں میرے (محل کے) نیچے سے نہیں رہیں۔ پھر تم کیا نہیں سمجھتے کیا میں اس سے بہتر نہیں ہوں۔ جو ذلیل ہے اور صاف بات بھی نہیں کر سکتا۔

### ماوی ترقی کے غرور ہی سے غرق ہوا

قوله تعالیٰ :- فَاسْرِ بِعِبَادِيْ لِيْلًا رَّاكُم مَّتَّبِعُونَ هَ وَ اَنْزَلْنَا الْيَمَّ سَآوًا ط وَ اَنۡهَضُ جُنُودًا مَّعْرُوقَةً كَمْ تَرْكُؤًا مِنْ جَنۡبٍ وَ عِيُوۡنٍ هَ وَ نَزَّ رُجُجٌ وَ مَقَامَرٌ كُوۡنِيۡمٌ هَ وَ نَعۡمَتٌ كَاۡفٍ فِىۡهَا خٰلِكِيۡنَ (سورہ الدخان رکوع ۷۱ پارہ ۲۵) (ترجمہ) ہمیں میرے بندوں کو رات کے وقت لے

چل۔ کیونکہ تمہارا بھی کیا جائے گا۔ اور سمندر کو ٹھہرا چھوڑ دے۔ بیشک وہ لشکر و فوج اپنے دالے میں۔ کتنے انہوں نے باغات اور چشمے چھوڑے ہیں۔ اور کھیتیاں اور مقام عہدہ اور تجارت کے ساز و سامان جس میں وہ مزے کیا کرتے تھے۔

### میرا خیال

ہے۔ کہ میری معروضات سے آپ یقیناً اس نتیجہ پر پہنچ گئے ہوں گے کہ محض ماوی ترقی کو مقصود بالذات بنانے والوں کو ترقی کے بعد تنزل کا ہونہار دیکھنا۔ اور دنیا میں بڑی طرح سے پٹنا اور قلت کی موت سے مرنا ہی نصیب ہوتا ہے۔

### وہ ترقی جس میں تنزل نہیں

قوله تعالیٰ :- هٰذَا ذِكْرٌ وَّ اِنَّ لِّلْمُتَّقِيْنَ لِحُسْنِ مَّآبٍ جَنَّاتٌ عِدۡنٍ مَّغۡرُوۡتٍ لَّهُمْ فِيهَا الْاَنْۡۢبَاۡ ط وَ فِيهَا مِنْ كُلِّ ثَمَرٍ مَّا يَدَّعَوْنَ لَهَا وَ فِيهَا ثَمَرٌ كَثِيْرٌ وَّ فِيهَا شَرَابٌ ط وَ فِيهَا مِنْ كُلِّ ثَمَرٍ مَّا يَدَّعَوْنَ لَهَا وَ فِيهَا ثَمَرٌ كَثِيْرٌ وَّ فِيهَا شَرَابٌ ط وَ فِيهَا مِنْ كُلِّ ثَمَرٍ مَّا يَدَّعَوْنَ لَهَا (سورہ ص رکوع ۷۱ پارہ ۲۳) ترجمہ :- یہ نصیحت ہے۔ اور بے شک پرہیزگاروں کے لئے اچھا مکان ہے۔ ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں۔ ان کے لئے ان کے دروازے کھولے جائیں گے۔ وہاں نکیہ لگا کر بیٹھیں گے۔ وہاں بہت سے میوے اور شراب طلب کریں گے (اس شراب میں نہ درود ہوگا۔ اور نہ انہیں اس سے نشہ ہوگا۔ سورہ ص صفت) اور ان کے پاس بھی نگاہ والی ہم عمر عورتیں ہوں گی۔ یہی ہے جس کا تم سے حساب کے دن کے لئے وعدہ کیا جاتا ہے۔ بیشک یہ ہمارا رزق ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔

### حاصل

یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے پرہیزگار بندے مرنے کے بعد بلکہ میدان عشر میں حاضر ہونے کے بعد بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نعمتوں سے سرفراز ہوتے رہیں گے۔ یہ ہے وہ ترقی جس میں کبھی تنزل نہیں ہوگا۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے پرہیزگار بندوں کے لئے مخصوص ہے۔ ہر کلمہ کو مسلمان کو اس ترقی کے لئے پیہم سعی اور کوشش کرنی چاہئے۔ وَاٰمَنَّا بِاللّٰهِ

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ هَ



# دیانتداری اور اسلام

از جناب حضرت مولانا محمد شعیب صاحب موضع میان علی ضلع شیخوپورہ

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر سید المرسلین رحمۃ اللہ علیہم صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء میں بعض تعلیمات مشترک رہی ہیں مثلاً توحید۔ رسالت۔ قیامت۔ تمام انبیاء علیہم السلام ان کی تعلیم دیتے رہے۔ اسی طرح والدین کی خدمت۔ یتیموں۔ غریبوں سے نیک سلوک۔ ہر گناہ سے بدہیز جملہ انبیاء کی تعلیم ہی اپنی میں سے دیانتداری اور صفائی معاملات کی تعلیم بھی ہے۔ تمام انبیاء دیانتدار کا سبق سکھاتے رہے۔ حضور رحمتہ للعالمین (خدا ابی وہی) صلی اللہ علیہ وسلم نے تو مومن اور منافق میں حد نامسل اسی کو قرار فرمایا۔ ایک حدیث شریف میں ہے۔ چار باتیں جس میں بڑی باتیں وہ خالص منافق ہے۔ اور اگر ایک ان میں کسی میں ہو۔ تو ایک نشانی نفاق کی اس میں ہوگی پہلا ملک کہ اس کو بھی چھوڑ دے۔ وہ چار یہ ہیں :-

(۱) جھوٹی باتیں کرنا (۲) بددیانتی کرنا (۳) وعدہ خلافی کرنا (۴) جھگڑے میں گالی دینا۔

ایک دوسری حدیث شریف میں ہے۔ منافق (یعنی) کی تین نشانیاں ہیں۔ اگرچہ نماز پڑھے اور روزہ رکھے۔ اور اسلام کا دھوئے کرے۔ جھوٹی باتیں کرنا۔ وعدہ خلافی کرنا۔ بددیانتی کرنا۔ اسی طرح حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سابقہ امتوں کے کئی واقعات بیان فرمائے۔ جن سے صفائی معاملات اور دیانتداری کی ترقیب اور بددیانتی کی وعید ظاہر ہوئی ہے۔ ایک دو واقعات ملاحظہ فرمائیے :-

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں سے ایک شخص (کسی دوسرے گاؤں میں) کسی آدمی کے پاس قرضہ لینے گیا۔ صاحب مال نے کہا گواہ لاؤ۔ اور قرضہ لے جاؤ۔ سائل نے کہا اللہ گواہ کافی ہے۔ صاحب مال نے پھر کہا۔ ضمان دو۔ تو قرضہ لے لے لے۔ سائل نے پھر یہی کہا کہ اللہ ضمان کافی ہے۔ صاحب مال نے خوش ہو کر کہا شک ہے۔ اور دیانسی مال کی تاریخ مقرر کر کے ایک ہزار اشرفی دیدی۔ اور اس شخص نے گھر لاکر اپنی عورت پوری کی (جب تاریخ مقررہ قریب آئی) تو دیون مال لے کر نکلا۔ راستے میں ایک ندی پڑتی تھی۔ سواری کی تلاش کی مگر نہ ملی (غالباً دریا چڑھا ہوا ہوگا) دیون نے ایک لکڑی لے کر اندر سے کھدی۔ مال اور رقم نقداری اس میں رکھ کر اوپر سے منہ

کو خوب بند کر دیا۔ اور دریا کے کنارے کھڑے ہو کر دعا کی۔ یا اللہ مجھے معلوم ہے۔ میں نے غلام آدمی سے قرضہ مانگا تھا قیاس نے ضمان مانگا اور میں نے کہا اللہ ضمان کافی ہے۔ پھر اس نے گواہ مانگے میں نے یہی کہا۔ تو وہ راضی ہو گیا (اور قرضہ دیدیا) میں نے آج سواری کے لئے بہت کوشش کی۔ مگر نہ ملی۔ میں اس مال کو لکڑی میں رکھ کر تیرے حوالے کرتا ہوں (تو اس کو پہنچا دے) اور یہ کہہ کر لکڑی دریا میں ڈال دی (خدا کی قدرت دیکھئے) صاحب مال بھی اس دن اپنے گاؤں سے نکلا۔ کہ شاید آج مال آیا ہو (دعا پر آکر اس نے دیکھا) کہ ایک لکڑی بہتی جا رہی ہے۔ اس نے ایندھن سمجھ کر پکڑ لی۔ اور گھر آکر جب بھاڑی۔ تو مال اور نقداری رقم نکلا پھر دوسرے پانچ روز (دیون بھی مال لیکر پچا اور معذرت کے طور پر کہنے لگا۔ خدا کی قسم سواری کی تلاش میں رہا۔ اس سے پہلے سواری نہ ملی۔ صاحب مال نے کہا۔ کیا اس سے پہلے تو نے کچھ میری طرف بھیجا تھا۔ اس نے کہا میں یہی عرض کرتا ہوں۔ کہ سواری نہ ملنے کے باعث قبل ازیں نہیں آسکا۔ صاحب مال نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تیری طرف سے قرضہ ادا کر دیا۔ اور مجھے ہزار اشرفی پونچھ گئی۔ تم اپنا مال لے جاؤ (بخاری شریف)

اس واقعہ میں دیکھئے ایسا وعدہ اور دیانتداری کا کیا بے نظیر اور پرتاثر سبق دیا گیا ہے۔ آج کی دنیا بے گئی وہ (نور اللہ) پاگل تھا۔ جس نے ہزار اشرفی دیا برو کر دی۔ آہ آج کے فرزانوں کو کون سمجھائے کہ وہ عقلمند کامزار تھا۔ جس نے وعدہ خلافی نہ کی۔ خود نہ پہنچ سکا۔ تو حق تعالیٰ کے حوالے کر کے دیا میں اللہ ہی اور حق تعالیٰ نے اس کو دائن تک پہنچا دیا۔ اور پھر دیانتداری صاحب مال کی دیکھئے کہ دیون مال لے کر دوبارہ حاضر ہوا۔ تو کہنے لگا۔ خدا نے مجھے تیری طرف سے مال پہنچا دیا ہے۔ واپس لے جاؤ۔ مومن اور منافق ایسے صورتوں پر ہی آزمائے جاتے ہیں۔ ایک اور واقعہ سنئے :-

(۲) حضرت ابوہریرہ ہی روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (گلے زمانے میں) ایک آدمی نے زمین خریدی۔ اسے زمین میں سے ایک گھڑا دفن کیا ہوا ملا جس میں سونا تھا وہ گھڑا اٹھا کر مالک قریب کے پاس لے گیا اور

کہا۔ کہ یہ گھڑا ہے۔ میں نے زمین خریدی ہے سونا نہیں خریدی۔ مالک قریب نے فرمایا۔ میں نے تمہارے ہاتھ زمین اور جو کچھ اس میں ہے سب بیچ دیا ہے۔ (اس لئے یہ سونا تیرا ہے میں تو نکلا) دونوں نے فیصلہ ایک آدمی سے چار (بعض کے نزدیک وہ داؤد علیہ السلام تھے) انہوں نے دونوں کا بیان سن کر فرمایا۔ تمہاری کوئی اصلاح ہے۔ ایک نے کہا میرا اور کا ہے۔ دوسرے نے کہا میری لڑکی ہے۔ اس نے فرمایا۔ لڑکے اور لڑکی کا نکاح کر دو۔ اور اپنی طرف سے یہ سونا ان پر خرچ کر دو (بخاری شریف) آپ نے حقوق کے وصول کرنے پر چھلکے بہت دیکھے ہوں گے۔ مگر کیا اولیٰ حقوق پر بھی کوئی جھگڑا دیکھا یا سنا ہے معلوم ہوتا ہے وہ دونوں شخص بہت ہی اکل حلال کے طالب اور عادی تھے۔ اور بہت ہی متقی تھے کہ مشتبہ اور غیر معروف مال سے انہیں گریزاں تھے۔ اور یہی کمال ایمان کی علامت ہے۔ ایک اور واقعہ کمالات عزیزی سے نقل کرتا ہوں۔

(۳) حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی لونی حالت نزاع میں ایک شریفہ خاندان کی فی عیادی داد دخلی جتنی پڑھنے لگی۔ حاضرین کو تعجب ہوا۔ اور اس کینزک سے اس امیر کے پڑھنے کا باعث پوچھا۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر بتایا کہ مجھ کو یہ دو آدمی پڑھاتے ہیں۔ مولانا صاحب کو اس حال کی اطلاع دی گئی۔ آپ نے فرمایا اس سے کہو۔ ان پڑھنے والوں سے جو واقع میں فرماتے ہیں۔ دریافت کیے۔ کہ کس عمل کے باعث تو انھوں نے بہشت عطا فرمائی۔ چنانچہ بعد استفتاء لونی نے جواب دیا۔ یہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ بازار سے روغن زرد خرید کر آیا تھا۔ تو نے اس کو آگ پر گرم کیا۔ اس میں سے ایک روپیہ بوند ہوا۔ وہ روپیہ تو نے مالک روغن زرد کو واپس دے دیا تھا اور خود نصرت نہیں کیا۔ یہ دیانت اور امانت تیری عطا نہ تھائے کہ پسند آئی۔ اور اس کے عوض میں بہشت عطا فرمائی۔

کیا ان واقعات میں ہمارے لئے درس عبرت نہیں دیانت اور امانت کا برتاؤ اگر رضائے الہی کے لئے کیا جائے تو دارین کی عزت اور سرخروئی نصیب ہوگی۔ اور اگر دنیا کی نام نمود کے واسطے دیانتدارانہ برتاؤ رکھے۔ تو دنیا کی عزت اور شہرت بھی ضرور ملے گی۔ مغربی اقوام کو دیکھئے۔ ان میں ہزار خرابیوں کے باوجود کچھ خوبیاں بھی ہیں۔ جو بہر حال مانتی پڑتی ہیں۔ ایک یہ کہ معاملات میں ان کا ہر فرد بشر دیا منتدار ہے۔ اور یہ چیز انہوں نے نصرت دنیادی شہرت اور عزت کے واسطے اختیار کی۔ چنانچہ دنیا کی شہرت اور تجارت کو فروغ نصیب ہو گیا۔ حالانکہ یہ سبق ہمارے گھر سے انہوں نے لیا ہے۔ مگر اپنا بے پڑھیل مل گیا۔ ایک ہم میں کہ لوٹ کھسوٹ۔ دھوکہ دہائی صلا پر



# کرم الخاقان وزیر اطلاعات و سرکارِ محنت و عالیہ

(انور شاہ لال دین صاحب لکھنؤ شاہ کوٹ)

آپ کے اعلان کے مطابق آپ کی خدمتِ عالیہ میں چند گزارشات پیش کی جاتی ہیں جن کا تعلق بظاہر ریڈیو پاکستان کے پروگرام سے ہوگا۔ مگر حقیقتاً ان کا تعلق مملکتِ خداوند کے ہر فرد بشر کی انفرادی اور اجتماعی زندگی سے ہے۔ غالباً میں اپنے مافی الضمیر کو تین قسطوں میں پیش کروں گا۔ پہلی قسط میں اقوامِ عالم کی اجتماعی زندگی پر ایک تفصیلی تبصرہ کیا جائے گا۔ دوسری قسط میں آپ کے موجودہ ریڈیو پاکستان کے پروگرام پر تنقیدات ہوگی اور تیسری قسط میں انشاء اللہ چند اصلاحی اور تعمیری مشروعات جو وقتِ قسم کی جائیں گی۔ بفضلِ ایزوتائے میں اپنے بیانات کو حقائق کے قریب تر رکھنے کی پوری پوری کوشش کروں گا۔ مجھے متعجبانہ طنز و تشبیہ اور بے جا تنقید سے کوئی سروکار نہیں ہوگا۔ مگر جہاں تک اوقات کا تعلق ہے۔ ان کے ہر پہلو سے ضرور نقاب اٹھایا جائے گا۔ تاکہ مقابلہٴ اصلاحات و ترمیمات کی قدر و قیمت زیادہ سے زیادہ واضح صورت میں آسکے۔

کے سامنے آجائے۔ اور ساتھ ہی مجھے اپنی عملی کم مائیگی اور منصبی کم جہتیت کا بھی پورا پورا اعتراف ہے۔ مانتا ہوں کہ آپ جیسی والا نشان بلند مرتبت ہستیوں اور آپ جیسے دانائے روزگار اصحاب مجھ میجران کا خطاب کرنا آفتاب کو آئینہ دکھانا ہے مگر آپ کی حسنِ عروت کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے چند خیالات سپردِ قلم کئے جاتے ہیں۔ ج

مگر قبولِ اُمداد سے عزت و شرف

قومی زندگی کیلئے افرادِ قوم کی بلندی کردار پر منحصر ہے۔ ایک نادار جاوید کش سے لے کر ایک کجگلاہ تک تمام انسانوں کو قوم کے دست و پا کھلانے کا حق حاصل ہے۔ جس طرح دریا کی موجیں دیوار کی حیات کا پتہ دیتی ہیں۔ قحطی کی آمیزش سے سیلاب بہ نکلتے ہیں۔ قحطی کے اجتماع سے صحراؤں کی دنیا آباد ہے۔ سبزہ و گل کے تلاب سے فوسٹافوں کی بہاؤں قائم ہیں۔ انبیاء برگ و بار سے اور برگ و شاخ انبیاء سے ہیں۔ اسی طرح مناظرِ قدرت کی تمام چیزیں ایک دوسرے کے ساتھ خاص ربط اور ہم آہنگی رکھتی ہیں۔ یہ مشترک یہ یکسانیت یہ مادی اور حلقی ارتباط اس چیز کا بقیہ ثبوت ہے۔ کہ کائناتِ عالم کو اگر ایک جو تسلیم کیا جائے۔ تو دنیا محسوسات کی مٹی اور غیر مٹی چیزیں اس وجود کا کوئی نہ کوئی ضرور جز ہیں۔ اور ہر جز و اپنے کل کے ساتھ ایک گہرا تعلق رکھتا ہے۔ اور پھر یہ ہم رنگی اور یکجہت درمیانیہ میں ہی نہیں بلکہ اجرامِ مادی میں بھی یہی

روح اتحاد کا فرما ہے۔ اور اس سے ایک قدم اور بڑھیں۔ تو آپ کو زمین و آسمان کی ہر چیز میں ایک مکمل نظام اتحاد نظر آئے گا۔

شاعر مشرق کا ارشاد ملاحظہ ہو۔  
حقیقت ایک ہے ہر شے کی فاک ہو کہ فوری ہو  
ہو نور شید کا ٹپکے۔ مگر ذرے کا دل چیریں  
دوسرے مقام پر اس حقیقت کو ان الفاظ میں پیش کر رہے ہیں۔

کمالی وحدت عیاں ہے ایسا کہ نوکِ شمس سے تو جو چھوٹے یقین ہے، مجھ کو کہ گے رگ گل سے قطرہ انسان کے لبو کا  
بہ الفاظ دیگر اگر یہ دعویٰ کیا جائے کہ تحتِ اثری سے لے کر فلکِ افلاک کے آخری کنارے تک کا ہر ذرہ وجود کا ثبات میں جو ولا تیفک کا حکم رکھتا ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ کیونکہ اس حقیقت پر مناظرِ نظرت کی ہر چیز شاہد ہے۔ لہذا اس نظریہ کی روشنی میں افراد اور ملت کا باہمی تعلق اپنی پوری اہمیتوں سے ہماری نظروں کے سامنے آجاتا ہے۔ اور ضمیرِ انسانی شرفِ جنسی کا اعتراف ان الفاظ میں کرتی ہے۔

خاکسارانِ جہاں را سجداتِ مستغرق  
تو چہ دانی کہ دریں گرو سوا سے باشد  
کسی قوم کا حقیر سے حقیر فردِ قوم کی بقا کے لئے اپنے اندر ایک فطری حرکت رکھتا ہے۔ گویا قوم اند فرد میں سے ہر ایک کا ارتقا دوسرے کے ارتقا سے وابستہ ہے۔ اور ایک بگاڑ سے دوسرے میں انتشار کا پیدا ہونا لازمی ہے۔ لہذا حیاتِ فطری کی حفاظت کے لئے افراد کی اصلاح کو ہر وقت پیش نظر رکھنا شد ضروری ہے۔ فروخت کی یہ فطری وابستگی اس امر کی مقتضی ہے کہ تمام افرادِ قوم میں ناموس و عدت نکوی پایا جائے۔ یعنی افرادِ ملت اگرچہ بعد مکانی کے لحاظ سے ایک دوسرے سے ہفتوں کی مسافت پر آباد ہوں۔ مگر ان سب کا لاغر عمل ایک ہو۔ اگرچہ عدت کے لحاظ سے ہر پیشہ ور مثلاً کفش دوز۔ بڑھی۔ زردگر۔ کسان۔ تاجر۔ معلم۔ ادیب۔ شاعر۔ چراسی۔ حتیٰ کہ کاجینہ کا و زرا علیٰ تقسیم کار کے لحاظ سے جدا جدا محکموں میں کام کر رہے ہو۔ مگر اجتماعی مقصد کی تکمیل کے لئے تمام لوگ اپنے اندر ایک متحدہ محرک۔ ایک جذبہ اور ایک فالہانہ جذبہ رکھتے ہوں۔ خدا سزا ہے اگر اس جمعی مقصد پر کوئی آفت آئے۔ تو ساری قوم بھرمواج کی طرح ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک ایک بے پناہ تلاطم کی صورت میں ملک و ملت کی حفاظت کے لئے

سرفروشانہ میدان میں ایک دوسرے کے دوش بوش سیسہ پائی دیوار کی مانند کھڑی ہو۔ اور اگر فوجی و قسری قوم کی خوشحالی اور فارغ البالی کے دن دیکھنے نصیب ہوں۔ تو اہل ثروت محل و جواہرات کی جھولیاں بھریں اور مسکین اور غریب کے دروازہ زلزلہ خیز ہوں۔ اور اپنے جہرِ موجود و سنا سے نادار انسانیت کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے میں مدد ثابت ہوں۔ گویا کہ ملت ان شاہی سے لے کر غریب کی بے چراغ جھونپڑی تک مواخات و مروت کا ایک سلسلہ جنہاں نظر آتا ہو۔ القصد! افرادِ قوم کا ہر شادی و غم میں ہمتراک عمل قومی زندگی کا ایک نشان بن کر سامنے آجائے۔ فرد کی بے قراری سے ساری قوم بے چین ہو جائے۔ اور فرد کی راحت سے قومِ اطمینان محسوس کرے۔

قوم گویا جسم ہے، افراد ہیں اعضاء قوم منزلی صنعت کے رہ پیا ہیں دست پائے قوم ہاں! ہاں! اگر ایک بوٹ فروش اور ایک شہزاد کے جذبات و افکار اور میلانات و رجحانات میں ایک جہتی پائی جائے تو تب کہا جائے گا۔ کہ افرادِ قوم میں ناموس و عدت فکری پیدا ہو چکا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ وہ کون سے ذرائع ہیں جن کی بدولت قوم کے رگ و پے میں ناموس و عدت فکری کا خون بہنیا یا جائے۔ تاکہ قومی وجود کا ہر عضو اپنی انفرادی غذا حاصل کر کے قوم کی اجتماعی حیات کا باعث بن سکے۔ ایسے مواقع پر اہل باب حل و عقد کا فرض ہے۔ کہ وہ معلوم کریں کہ وہ کون سے خارجی اور اندرونی مؤثرات ہیں۔ جن کے زیر اثر قوم اپنی موجودہ زندگی بسر کر رہی ہے۔ اور پھر اس چیز کی تحقیق کریں۔ کہ وہ مؤثرات اجتماعی زندگی کے لئے کہاں تک مفید ہیں۔ اور وہ کون سے مؤثرات و عوامل ہیں۔ جن کی وجہ سے قوم میں انحطاط پذیری کے جراثیم پیدا ہو رہے ہیں۔ اور پھر ان کی مداخلت کے لئے کیا کیا فوری اقدامات ہو سکتے ہیں۔ اس موقع پر ہر شخص اپنے ذاتی افکار و رجحانات کو اپنی ملت کے منتخب فردِ عظم کے تابع کر دے۔ فردِ عظم سے میری مراد ڈکٹیٹر شپ کی تائید نہیں ہے بلکہ ہر اس جماعت کو جو ملک کے مختلف گوشوں سے اپنے حلقوں کی نمائندگی کا شرف رکھتی ہے۔ بڑی حد تک متوجہ سمجھا جائے امدان کی تجویز کردہ اصلاحات اور نافذ کردہ احکام کی تعمیل میں۔ حتیٰ الامکان انحراف نہ کیا جائے۔ یہ ماہر ہی دستہ بنائے اخلاص سے قوم کے سارے طبقات کے مطابق کو پیش نظر رکھ کر ایک مجموعہ قوانین مرتب کریں۔ جس کی جامعیت کا یہ عالم ہو۔ کہ اس کے جزئیات ملک کی تمام داخلی اور خارجی پالیسی پر مکمل طور پر حاوی ہوں مذہبی۔ سیاسی۔ مجلسی۔ اقتصادی وغیرہ ہر شعبہ حیات ایک مرکز کے گرد گھومتے ہوئے نظر آئے۔ اگر حکومت مسلمان ہے۔ تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنا آئین کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کی روشنی میں مرتب کرے۔



# جوامع الکلمہ

تا کہ ظلم کی ہمیشہ کے لئے چمکتی ہو جائے۔  
جسکے بندے ہیں۔ اسی کی بادشاہی پہلے  
قوم کی تلاح و پیروی کا آئین مرتب ہونے کے بعد  
اس کے نشر و اشاعت کی ضرورت لاحق ہوتی ہے تاکہ  
مصلحین ملت اور یہی خواہاں ملک کی تباہی کو ہر فرد قوم  
تک پہنچایا جائے۔ اس خیال کے پیدا ہوتے ہی ہر  
ایک انسان کی توجہ حکمران نشریات و اطلاعات کی طرف  
منطقت ہوتی ہے۔

## حکمران نشریات اطلاعات

حکمران نشریات مداخل اس ادارے کا نام ہے جس  
کے کارکنان حضرات کا فرض ہے کہ وہ باشندگان ملک  
کو اس پروگرام سے مطلع فرمائے ہیں۔ جو حجاب ملکیت  
قوم کی فوز و فلاح اور اس کی ارتقاء و تعمیر کے لئے  
تجویز کریں۔ اور ساتھ ساتھ ان خطرات کے سبب باب  
کا اعلان بھی کرتے ہیں۔ جن کی موجودگی میں حیات ملی کو  
ہلاکت کا اندیشہ ہو۔ گو یا حکمران نشریات و اطلاعات  
قدسے وسیع معنوں میں لاکھوں بلکہ کروڑوں انسانوں  
کی کامرانی ناکامی اور ارتقاء و انحطاط کا ذمہ دار ہے۔  
چاہے۔ تو سالوں بلکہ ہینوں میں قوم کی کشتی ڈوبے۔  
اور چاہے تو بفضل ایزد تعالیٰ اس کو بخیر و غایت  
ساحل مراد تک لے جائے۔ افراد قوم میں ذہنی انقلاب  
پیدا کرنا۔ سوچتی ہوئی قوم کو پیغام بیداری دینا۔ اند  
ہانگی ہوئی اور راہ عمل پر رواں دواں قوم کو آرام  
طلبی اور تساہل کا سبق دینا۔ کابل اور سمست افراد ملت  
کو جفاکشی اور ہلاکشی کے لئے تیار کرنا اور اس کے  
برعکس جفاکش لوگوں کے قوتے عمل کو عیش و عشرت  
کی تعلیم دے کر شل کرنا۔ بد اخلاق قوم کو شریف  
اور باعزت بنانا۔ اور شریف قوم کو بد اخلاقی میں مشغول  
کرنا قوم کی خوشحالی اور وقار کو ادبار و تکبر اور ذلت  
سے بدنا۔ اور پھر افراد کو درس عمل دے کر فقر و ذلت  
سے نکال کر بام عروج تک پہنچانا۔ غرضیکہ یہ اور اس کے  
خالف و مطابق ماحول کا پیدا کرنا حکمران نشریات سے تعلق  
رکھتا ہے۔ صحیح معنوں میں اگر دیکھا جائے۔ تو افراد کے  
افکار و جذبات اور تمام تر روش حیات کی باگ و ڈور اسی  
ادارہ کے ادارہ باب حل و عقد کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ  
قوم کی پیشوائی کی آواز ہے۔ یہ ملت کی امامت کا منصب  
ہے۔ اقبال مرحوم سچے رہنماؤں کا قاعدہ ان الفاظ سے  
کراتے ہیں۔

ہے وہی تیرے زلے کا امام برحق!

جو تجھے حاضر و موجود سے سیزا کرے

دے کے احساس زیاں تیرا یہو گریاں

فقری سان چڑھا کے تجھے توار کرے

اب ہم کو نہایت منصفانہ انداز میں اپنے عزیز ملک  
پاکستان کے حکمران نشریات و اطلاعات کے پروگرام پر نظر  
ڈالنا ہے۔ اور رائے قائم کرنا ہے کہ اس کے کون سے  
نشریات قوم کے حق میں مفید ہیں اور کون سے غیر مفید ہیں؟

عن محمد بن الخطاب رضى الله عنه قال بينما نحن مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات يوم إذ طلع علينا رجل شديد بياض الثياب شديد سواد الشعر لا يرى عليه أثر السفر ولا يعرفه منا أحد حتى جلس إلى النبي صلى الله عليه وسلم فأسند ركبتيه إلى ركبتيه ووضع كفيه على فخذيه وقال يا محمد أخبرني عن الإسلام قال الإسلام أن تشهد أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله وتقيم الصلوة وتؤتي الزكاة وتصوم رمضان وتزوج البنت إن استطعت إليه سبيلاً قال صدقت فعجبنا له لسأله ولجده قال فأخبرني عن الإيمان قال أن تؤمن بالله وملكه وكتبه ورسله واليوم الآخر وتؤمن بالقدر خيره وشره قال صدقت قال فأخبرني عن الإحسان قال أن تعبد الله كأنك تراه فإن لم تكن تراه فإنه يراك قال فأخبرني عن الساعة قال ما المسؤول عنها بأعلم من السائل قال فأخبرني عن آياتها قال أن تلبس الأمة رببتها وأن ترى الحفاة العراة العالة رغاء الشاء يبتطلون في البنيان قال ألتفت فليثاً ملياً ثم قال يا عمر بن الخطاب من السائل قلت الله ورسوله علم قال فإنه جبرئيل أتاكم ليخبركم دينكم (رواه مسلم)

(ترجمہ) حضرت عمر بن الخطاب سے روایت ہے کہ ایک روز ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ اچانک ایک شخص حاضر ہوا جس کے کپڑے نہایت سفید تھے۔ بال نہایت سیاہ۔ اس پر سفر کا کوئی اثر نہ تھا اور نہ ہم میں سے کوئی اس کو جانتا تھا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زانو سے زانو ملا کر بیٹھ گیا۔ اور اپنے دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر رکھ لئے اور عرض کیا۔ اے محمد مجھ کو اسلام کی حقیقت سے آگاہ فرمائیے۔ آپ نے فرمایا۔ اسلام یہ ہے کہ تو اس امر کی گواہی دے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور تو نماز قائم کرے اور تو زکوٰۃ دے اور رمضان کے روزے رکھے اور بیت اللہ کا حج کرے۔ اگر تو استطاعت رکھتا ہو۔ اس نے کہا آپ نے سچ فرمایا ہم نے اس کے لئے تعجب کیا کہ یہ شخص سوال بھی کرتا ہے اور تصدیق بھی کرتا ہے۔ پھر اس نے کہا کہ مجھے ایمان کے متعلق خبر دیجئے۔ آپ نے فرمایا (ایمان یہ ہے کہ) تو اللہ پر۔ اس کے فرشتوں پر۔ اس کی کتابوں پر۔ اس کے رسولوں پر۔ قیامت کے دن پر اور تقدیر کی بھلائی اور برائی پر ایمان لائے۔ اس نے (پھر) کہا۔ آپ نے سچ فرمایا۔ اس نے (پھر) کہا کہ مجھے احسان کے متعلق کچھ خبر دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تو خدا کی عبادت اس طرح کرے کہ تو اس کو دیکھ

مگر یہ تعقید و تبصرہ انشاء اللہ تعالیٰ دوسری قسط میں قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا جائے گا۔ اور اب اس قسط کا اختتام اس دعا پر ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے پاکستان کو آئینہ رنہ و پابند رکھے۔ آمین!

رہا ہے۔ کیونکہ اگر تو اس کو نہیں دیکھتا تو وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے۔ اس نے (پھر) کہا کہ مجھے قیامت کے متعلق کچھ خبر دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ جس سے پوچھا گیا ہے وہ سائل سے زیادہ عظم نہیں رکھتا۔ اس نے (پھر) کہا کہ اس کی نشانیوں میں مجھے بتلائیے۔ آپ نے فرمایا کہ لونڈی سائ کو جمنے گی۔ اور کہ برہنہ پرہنہ چشم۔ مجلس و فقیر اور بکریاں چرانے والے لوگوں کو تو مکانات میں ویٹھے گا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد وہ شخص چلا گیا اور میں تھوڑی دیر خاموش بیٹھا رہا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔ عمر! کیا تم سائل کو جلتے ہو؟ میں نے جواب دیا کہ اللہ اعد اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ جبرئیل تھے جو تم کو تمہارا دین سکھانے کے لئے آئے تھے۔

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کی پہلی حدیث ہے اس کی تشریح ہم آئندہ اشاعت میں قارئین کی خدمت میں پیش کریں گے و اللہ اعلم بالصواب۔

## تعلیم و پائنداری اسلام

خیانت، غریب سے ہم کو فرصت ہی نہیں ملتی۔ اور دیانت عقدا ہو گئی دالامشاء اللہ نتیجہ سامنے سے ہمارا پوزیشن۔ ہماری سادہ کو جو دھکا لگا ہے وہ کس سے خفی نہیں۔ اگر آج بھی ہم اس اصول کو اپنی زندگی کا نصب بنالیں تو کھویا ہوا وقار مل جائیگا۔ اور حق قیامت کی رحمت شہل ہو جائے گی۔ اگر نہ سمجھیں گے تو اس بھی زیادہ حالت خراب ہوگی۔ حق تعالیٰ ہمیں شیطانی جالوں سے بچائے اور ہر جملہ



# تلاش حق میں شرم نہیں ملتی جا

انجیاب مولوی خداجش صاحب نی آبادی جیسا لکھو

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رَجُلًا نُوحي إِلَيْهِمْ  
فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ  
(ترجمہ) اور ہمیں پہلے آپ سے پہلے دے تو  
صلی اللہ علیہ وسلم کسی پیغمبر کو گمراہی (یعنی آگے  
بھی پیغمبر نے آدمی بھیجے ہیں۔ سوائے آدمی کے  
کبھی فرشتہ پیغمبر کے کسی شہر کے لوگوں میں نہیں  
بھیجا اور) جن کی طرف ہم بھیجتے تھے۔ پھر پوچھو  
تم کتاب والوں سے (یعنی یہود و نصاریٰ کے عالموں  
سے پوچھو کہ کبھی سوائے آدمی کے بھی فرشتہ یا جو پیغمبر  
جھا ہے) اگر تم اس بات کو نہیں جانتے۔ جب اللہ تعالیٰ  
نے اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کے علماء سے پوچھنے  
کے لئے حکم فرمایا تو مسلمانوں کے علماء سے دینی مسائل دریافت  
کرنا بدعہ اولیٰ ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا :- لَا يَسْأَلُ الْعِلْمَ مُسْتَحْيٍ وَلَا مُتَكَبِّرٍ  
(ترجمہ) نہیں جاننے کا علم حیا کرنے والا اور متکبر۔ آج کل  
لوگ دینی مسائل کے دریافت کرنے میں شرم محسوس  
کرتے ہیں۔ اگر کوئی اپنے سے کم عمر ہوا تو دینی مسئلہ  
دریافت کرنے میں عار نہ توین سمجھتے ہیں یہ سخت غلطی ہے  
صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین دینی مسائل کے  
لئے سخت سے سخت مشقیں برداشت کرتے ہوئے  
دور دراز کا سفر اختیار کرتے اور کسی شرم کی شرم و حیا  
ان کو مانع نہ ہوتی۔

بھاری شریف میں ہے :-

مَنْ اسْتَجَلَ خَاوِعًا غَيْرَ بِالْأَسْوَاحِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ  
قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دَاوُدَ عَنْ الْأَعْمَشِ  
عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَقِيقِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ طَالِبٍ  
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ رَجُلًا مَدًّا أَوْ قَامُوتًا  
لِلْمَدِّ إِذَا نَ لَيْسَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فَسَأَلْتُ فَقَالَ فَبِهِ الْوَضْعُ

ترجمہ :- جو آدمی شرم کرے پس حکم کرے دوسرے  
آدمی کو اس کے لئے مسئلہ پوچھنے کا۔ حدیث بیان کی  
مسودہ نے کہا۔ حدیث بیان کی عبد اللہ بن داؤد نے  
اعمش سے اعمش نے محمد بن حنفیہ سے محمد بن حنفیہ  
رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا  
حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہ میں کثرت مذمتی والا  
آدمی تھا کہ چونکہ مذمتی کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا  
ہے میں نے حکم دیا حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کہ مسئلہ  
پوچھیں۔ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ پس انہوں  
نے مسئلہ پوچھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ منکر کیا کریں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس لئے  
مسئلہ نہیں دریافت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
کی صاحبزادی فاطمہ الزہرا حضرت علی کرم اللہ وجہہ  
کے عقد میں تھیں۔ اس لئے انہوں نے شرم محسوس  
کی۔ اور دوسرے کے ذریعہ مسئلہ دریافت کر کے  
اس پر عمل شروع کر دیا۔ تاہم کل کے شرمیلہ حضرات  
ایسے ہیں کہ ساری عمر نماز اور قرآن غلط پڑھنا گوارا کرتے  
ہیں۔ لیکن کسی کو نماز سنائے اور قرآن بھیجے کہ میں شرم  
محسوس کرتے ہیں۔ بعض ائمہ مابعد ایسے بھی ملتے ہیں کہ  
ماطرہ قرآن بھی صحیح نہیں پڑھ سکتے۔ جب ان سے کہا  
جاتا ہے کہ حضرت جی قرآن کی تلاوت آپ غلط کر رہے  
ہیں تو جواب دیتے ہیں کہ چالیس سال سے پڑھ رہے  
ہیں قرآن یک گیا ہے۔ غرض باللہ من تدا بعد لہ۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا واقعہ مشکوٰۃ میں  
موجود ہے :- عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ شَرِيحَةَ قَالَ جَاءَتِ  
الْحَبَّةُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ تَسْأَلُهُ مِيرَ ثَمَامًا فَقَالَ  
لَهَا مَا لَكَ فِي كِتَابِ اللَّهِ شَيْئًا وَمَا لَكَ فِي سُؤْلِ  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فَأَجَابَتْ  
حَتَّى اسْتَسْقَمَ النَّاسُ فَقَالَ الْمُخَوَّرُ بَوَّحُ  
شَجَبْتُ حَضْرَتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَعْطَا هَذَا السُّدَّ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ فَعَمَّرَ - كِتَابُ  
المبين۔ (ترجمہ) حضرت قبیصہ بن زویب سے روایت  
ہے آئی دادی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف  
اپنی میراث دریافت کرنے کے لئے فرمایا حضرت ابو بکر  
صدیق رضی اللہ عنہ نے نہیں ہے کوئی حصہ میرے لئے  
قرآن میں اور نہ ہے حدیث میں میرے لئے کوئی حصہ۔  
پس تو واپس ہو جایاں تک کہ میں پوچھوں لوگوں سے  
پس دریافت کیا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے صحابہ  
سے۔ پس جواب دیا حضرت مخیر بن شعبہ رضی اللہ عنہ  
نے حاضر ہوئی تھی دادی حضور اکرم کے پاس اس کو حضور  
نے چمٹا حصہ دیا۔ یہ ہے صحابہ کی شان، حالانکہ سیدنا ابو بکر  
صدیق رضی اللہ عنہ صحابہ میں سے ہیں جن کو حضور نے دنیا میں  
جنتی ہونے کی بشارت دے دی تھی۔ سن رسیدہ ایمان  
لانے والوں میں حضرت ابو بکر کا پہلا نمبر ہے۔ لیکن پھر بھی صحابہ  
سے مسئلہ پوچھنے میں شرم نہیں محسوس کی۔ اور اپنی رائے  
سے فتویٰ نہیں دیا۔ یہ حال تو مردوں کا تھا اب عورتوں  
کا بھی ملاحظہ فرمائیے۔ صحابیات بھی دینی مسائل کے دریافت  
کرنے میں شرم محسوس نہیں کرتی تھیں حضرت عائشہ  
صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :- لَعَنَ الزَّيْنَبُ

نِسَاءُ الْأَنْصَارِ لَمْ يَكُنْ يَمْنَعُهُنَّ الْحَيَاءُ أَنْ  
يَتَفَقَّهْنَ فِي الدِّينِ - (مسلم شریف)  
(ترجمہ) اچھی ہیں انصار کی عورتیں جن کو دین سمجھنے سے حیا  
نہیں روکتی۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا  
أَبُو معاوية قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ عَنْ أَبِيهِ  
عَنْ زَيْنَبِ بنتِ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ جَاءَتْ أُمُّ  
سَلَمَةَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْفَعُنِي الْوَقْرُ  
فَهَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ مِنْ غَسَلِ إِذَا احْتَلَتْ فَقَالَ النَّبِيُّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا إِسْرَأَتِ الْمَاءُ فغَطَّتْ  
أُمُّ سَلَمَةَ لَعْنِي وَجْهَهَا وَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ  
أَوْ خَتْلِكَ الْمَرْأَةُ قَالَ لَعْنَةُ تَرْتِ بِمِثْلِهِمْ  
يُشَبِّهَا وَلَكِنَّهَا -

ترجمہ :-۔۔ محمد بن سلام نے کہا۔ خبر دی مجھے ابو معاویہ  
نے کہا حدیث بیان کی ہشام نے اپنے باپ سے انہوں  
نے زینب بنت ام سلمہ سے کہا آئیں ام شکرہ رضی اللہ  
عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہیں کہ ام  
رضی اللہ عنہا نے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیشک  
اللہ تعالیٰ حق بات بیان کرنے میں شرم نہیں فرماتے  
میں کیا عورت پر ہے نما واجب اس کو احتدام ہو جاوے  
میں کہا کہ جی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھے پانی۔  
پس دھانپ لیا ام سلمہ نے اپنے منہ کو اور ہنسی سے  
اور کہا یا رسول اللہ کیا عورت کو بھی احتدام ہوتا ہے  
حضور نے فرمایا ہاں یا خاک آلود ہوں تیرے ہاتھ میں  
کس چیز کے مشابہ ہوتا ہے اس کا رونا۔ اگر حضرت  
ام سلمہ مسئلہ پوچھنے میں شرم محسوس کرتیں اور ساری عمر  
چھپائے رکھتیں تو ان کے نماز درود بے بغیر غسل کے  
سب رائیگاں جاتے۔ ان کو اس دینی تعلیم نے ہی  
جنت کا راستہ دکھلادیا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس  
رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں  
جس وقت حضور دنیا سے تشریف لے گئے۔ اس وقت  
ان کی عمر دس سال کی تھی۔ قریشی تھے۔ باطنی تھے صاحبزادے  
تھے۔ لیکن علم دینی کے حاصل کرنے میں کسی قسم کی شرم  
وجہ نہ کرتے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس فرماتے  
ہیں کہ حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال کے  
بہر میں نے ایک انصاری سے کہا کہ حضور کا تو وہ حال  
ہو گیا ابھی تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بڑی بقصد اور  
موجود ہے۔ آؤ۔ ان سے پوچھو پوچھو کہ مسائل یاد کر لیں  
ان انصاری نے کہا کیا ان صحابہ کرام کی جماعت کے  
ہوتے ہوئے بھی لوگ تم سے مسئلہ پوچھنے آئیں گے۔  
صحابہ کی بہت بڑی جماعت موجود ہے۔ الغرض میں مسائل  
کے پیچھے پڑ گیا۔ اور جن صاحب کے متعلق بھی مجھے علم  
ہوتا کہ فلاں حدیث انہوں نے حضور سے سنی ہے ان کے  
پاس جاتا اور معلوم ہوتا کہ سورہ ہے ہیں۔ تو اپنی چادر  
وہیں چڑھٹ پر رکھ کر انتظار میں بیٹھ جاتا۔ جب وہ اٹھتے  
تو مسئلہ دریافت کرتا۔ وہ حضرات (باقی صفحہ پر)



## بقیہ عروج و زوال کے الہی قوانین (حصہ اگے)

بلکہ ہر ایک کے لئے اصول و ضوابط مقرر ہیں جن کے ماتحت تغیر و انقلاب کی منزلیں طے ہوتی رہتی ہیں۔

چنانچہ قوموں اور جماعتوں کے ہر احوال و ظروف "قرآن" میں بیان کئے ہیں ان میں گہری نظر ڈالی جائے تو یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ وہ حق و باطل کی معرکہ آرائی۔ آزادی و غلامی کی کشمکش ظالم و مظلوم کی ہزیماتی اور مظلوم و مہمور کے ہاتھوں ان کی ہلاکت و بربادی کی عبرت انگیز داستانیں اور لڑے خیر جنگیں ہی نہیں ہیں بلکہ ان میں ایک خاص طرز سے عروج و زوال کے اسباب۔ موت و حیات کے ضوابط اور بناؤ بگاڑ کے قوانین بیان ہوئے ہیں۔ اور ان کے بیان سے کسی قوم و جماعت کی محض تاریخ پیش کرتا مقصود نہیں ہے بلکہ اسباب و علل کی دنیا کے چند ابدی حقائق ہیں جن کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے۔

زمانہ و ہرید کے مؤثرین نے تاریخی واقعات سے اجتماعی قوانین نکالے ہیں اور قوموں کی طبیعت کے اصول اخذ کئے ہیں۔ جن کو دنیا دور جدید کا "نشا ہکار" سمجھتی ہے۔

لیکن قرآن حکیم نے آج سے تقریباً چودہ سال پہلے تاریخی حقائق سے اجتماعی قوانین اخلاقی خصوصیات اور عقائد و اعمال کے خواص و نتائج سے بحث کی ہے اور ہر صاحب بصیرت کو اس بات کی طرف غور و فکر کی دعوت دی ہے کہ دنیا کا ہر تغیر و انقلاب ہر آثار چڑھاؤ نہ کبھی بخت و اتفاق کا نتیجہ رہا ہے اور نہ رہتی دنیا تک ایسا ہونا ممکن ہے بلکہ اس سلسلہ میں ہمیشہ "قوانین خطریہ" کام کرتے چلے آئے ہیں۔ یہ جس طرح ماضی میں پائے جاتے رہے ہیں بعینہ اسی طرح حال و مستقبل میں پائے جاتے رہیں گے ان میں نہ کسی قسم کی تبدیلی پہلے ہوئی ہے اور نہ اب ہونے کا امکان ہے۔

قرآن کی خام اصطلاحی زبان میں انہیں قوانین کو لفظ "سنۃ" سے تعبیر کیا گیا ہے اور انہیں کی تشریح و توضیح اس کتاب کا "مومنوج" ہے۔

سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَكِنْ يَخْتَدُّ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبَدُّلًا

عروج و زوال کا نظام اہلیت | اب ہم قرآن و صلاحیت پر وقت اٹھائے! | حکیم کی روشنی میں اس "زمین"

کی نشان دہی کرتے ہیں۔ جہاں سب سے پہلے عروج و زوال کی تخم ریزی ہوتی ہے۔

اس سلسلہ کی آیتیں یہ ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

اے شک اللہ کبھی اس حالت کو نہیں بدلتا جو کسی قوم کو حاصل ہوتی ہے جب تک کہ

وہ خود ہی ان چیزوں کو نہ بدلیں جو ان کے "انفس" کے ساتھ وابستہ ہیں۔ یہ بات ذَلِيقَ يَأْتِ اللَّهُ لَكُمْ يَكُ مَغْيِرًا لِّبَعْضِ الْأَعْمَارِ عَلَى قَوْمٍ مَّا يَشَاءُ لَا تَعْلَمُونَ اَمَّا أَنْفُسُهُمْ فَتَكُنْ اس قوم کے افراد ان چیزوں کو نہ بدلیں جو ان کے ساتھ وابستہ ہیں۔

وہ دن آیتوں میں لفظ "مَا بِأَنْفُسِهِمْ" نہایت غور و فکر کا مستحق ہے۔ اس کی حقیقت واضح ہونے کے بعد عروج و زوال کے بارے میں سنت اللہ کی بنیاد واضح ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس موقع پر ٹھوڑی سی تشریح کی ضرورت ہے۔

قومی و جماعتی زندگی میں انقلاب لے دو درجہ ہوتے ہیں۔ پہلا درجہ ذہنی انقلاب کا ہوتا ہے اور دوسرا عملی انقلاب کا۔ پہلے افکار و احساسات اور تصورات زندگی میں تبدیلی ہوتی ہے جس سے سوچنے سمجھنے کی بنیادیں متعین ہوتی ہیں پھر انہیں بنیادوں پر عمل کی زیورادیں استوار ہو کر پوری عمارت کی تشکیل ہوتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ باہر کی دنیا کی تبدیلی اندر کی تبدیلی پر موقوف ہے اور "عالم آفاق" کا تغیر "عالم نفس" کے تغیر کا ہی منت ہے۔ اسی بناء پر انقلاب خواہ عروج کی طرف ہو یا زوال کی طرف۔ سب سے پہلے اس کی تخم ریزی قلب و دماغ اور ذہن و افکار میں ہوتی ہے پھر اس کی برگ و باری اور تن اور ورخت بننے کے لئے دنیا کی وسیع اور کشادہ آبادی کی ضرورت پڑتی ہے۔

مذکورہ آیتوں میں قرآن حکیم نے اپنے مجرمانہ انداز میں اسی حقیقت کو واضح کیا ہے جس کا اصل یہ ہے کہ کوئی قوم عزت و اقتدار اور عروج کی نعمت سے سرفراز ہے تو جب تک اس کے اندر اس نعمت سے فائدہ اٹھانے کی اہلیت باقی رہتی ہے۔ قدرت اس کو سلب نہیں کرتی۔

اور جب وہ ذہنی و فکری اور پھر عملی و فطری لحاظ سے اس بات کا ثبوت فراہم کر دیتی ہے کہ اب وہ اس نعمت سے مستحق ہونے کے قابل نہیں رہ گئی تو قدرت اس نعمت کو اس سے سلب کر لیتی ہے۔

اسی طرح جس قوم پر ہلاکت و اذیاد اور زوال مسلط ہے تو جب تک خود اس قوم کو احساس نہیں ہوتا اور سوچنے سمجھنے کے ڈھنگ میں بنیادی تبدیلی پیدا کر کے اعمال و اخلاق کے ذریعہ نعمتوں سے سرفراز ہونے کا استحقاق نہیں ثابت کر دیتی اس وقت تک قدرت دوسری قوم کو ہٹا کر اس کی جگہ اس قوم کو نہیں بٹھاتی اور جب مستحق ہونے کا ثبوت فراہم ہو جاتا ہے اور اس

اثنا میں دوسری قوم مہلت و طویل کی ساری منزلیں طے کر چکی ہوتی ہے۔ تو پھر وہ ہٹا دی جاتی ہے اور یہ قوم اپنا جائز مقام پیدا کر لیتی ہے۔

حاصل یہ کہ کسی قوم کے جب تباہی و بربادی کے دن آتے ہیں تو سب سے پہلے فکر و نظر میں تبدیلی ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ رفتہ رفتہ زندگی کے جو اہر فنا کر کے زندہ رہنے کی اہلیت و صلاحیت کھو دیتی ہے۔ اسی طرح جس قوم کو ابھرنے ہوتا ہے تو پہلے فکر و نظر کی اصلاح ہوتی ہے۔ پھر جو اہر کی نشوونما ہو کر رفتہ رفتہ زندگی کی اہلیت و صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔

الغرض دنیا میں قوموں اور جماعتوں کا نظام جہد و جدوجہد و طلب اور فکر و عمل کی صلاحیتوں پر قائم ہے۔ خواہوں کی دنیا میں رہنے والی قومیں اور غور سے "دھڑلے" کو دیکھ کر پانی سمجھنے والی جماعتیں کبھی کامیابی کی منزل سے ہم کنار نہیں ہو سکتیں۔

اور لفظ "مَا بِأَنْفُسِهِمْ" میں جس طرح تمام ان صلاحیتوں کی طرف اشارہ ہے کہ زندگی کی گاڑی چلانے کے لئے جن کی ضرورت پڑتی ہے۔ اسی طرح تمام ان کمزوریوں اور کوتاہیوں کی طرف بھی اشارہ ہے جن کے دور کئے بغیر اس گاڑی کا چلنا محال اور دشوار ہوتا ہے۔

قدرت کی نظر میں اہلیت و صلاحیت اس کی "انادیت" کے پیمانہ سے ناپائی جاتی ہے مثال پہلے یوں سمجھئے

کہ دنیا ایک باغ ہے اور اس کے بالک کے سامنے باغ کے ارستہ کرنے کا ایک نقشہ ہے۔ جس میں اس بات کی پوری پوری کوشش کی گئی ہے کہ یہ مخلوق کے لئے زیادہ سے زیادہ مفید اور نافع ثابت ہو۔

لہذا کہ ایسے باغبان کی تلاش ہے جس نے ٹھیک ٹھیک اس نقشہ کے مطابق "انادیت" کے تمام خدوخال نمایاں کرنے کی مشق کی ہو۔ جب تک یہ نہ ملے گا حسب حیثیت "انادیت و صلاحیت" کے پیش نظر ہر ایک کو موقع دیا جاتا ہے گا۔ لیکن جب اس قسم کا باغبان مل جائے گا۔ تو "حق" کتاب حق تک پہنچانے میں کسی قسم کا مدد لینے نہ ہوگا۔

قرآن حکیم کی درج ذیل آیت میں اسی حقیقت کو واضح کیا گیا ہے۔

أَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ اَوْدِيَتُهُ بِعَذْرَاهَا فَاخْتَلَّ السَّيْلُ مِنْ بَيْنِ اَرْبَابِنَا وَمِمَّا يُوقَدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ حُلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَيْدٌ مِثْلُكَ كَذَلِكَ يُضَرِّبُ اللَّهُ الْمُتَحِّينَ وَالْبَاطِلُ نَأْمًا الْمُزَيِّنُ فَيَذَنُ هَبْ جَعَاءً وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَمْرِ كَذَلِكَ يُضَرِّبُ اللَّهُ الْاَمْثَالَ

ترجمہ:- اللہ نے آسمان سے پانی برسایا جس سے ٹالے



کے مطابق پہنے لگیں۔ اور سیلاب کی زد سے اپنے اور  
اوپر جھاگ پیدا کر دیا۔ ایسی جھاگ اس وقت بھی پیدا ہوتی  
ہے جبکہ زور اور دوسری چیزیں بنانے کے لئے رکھائیں  
گو آگ میں پگھلاتے ہیں۔

اللہ حق و باطل کی ایسی ہی مثال دیتا ہے۔ دیکھو جھاگ  
تو ناجیز اور ناکارہ ہو کر معدوم ہو جاتی ہے اور جو چیز نفع  
مند اور کارآمد ہے۔ وہ زمین میں باقی رہتی ہے۔

پانی سونا چاندی اور دوسری دھاتیں چونکہ "نافع"  
ہیں۔ اسلئے باقی رہتی ہیں اور اُپر آئی ہوئی جھاگ  
"غیر نافع" ہے۔ اس لئے ختم ہو جاتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں جو حیثیت  
مجموعی "نافع" ہو اس کی پائیداری حاصل ہوتی ہے  
اور جو غیر نافع ہو..... وہ رفتہ رفتہ ختم ہو جاتی ہے  
سیل آب پر ابھرا بھر کر آنے والے تیلے  
بے فیض اور بے ٹھکانے ہوتے ہیں لیکن تھیر ٹھٹھ  
تہ میں بیٹھ کر جم جاتی ہے۔ ایسے ہی پگلی ہوتی دھاتوں  
کی سطح پر پیدا ہونے والی جھاگ بے قدری سے  
بٹھا دی جاتی ہے۔ مگر خالص اپنی افادیت کی وجہ سے  
قابل قدر ہوتی ہے۔

اس آیت میں اصل  
تران حکیم قیام و ثبات کیلئے "بقاء النفع" کا نظریہ  
"بقاء النفع" کا نظریہ پیش کرتا ہے  
اس میں اور علی دنیا کے "بقاء الصالح" کے نظریہ  
میں بھی فرق ہے۔ جو انسان اور مالک فانی کے  
نظریہ میں ہونا چاہئے۔

"انسانیت" کے تمام گوشوں کو سمجھنے کے لئے  
جو وسعت اور بلندی پہلے میں ہے وہ نہ دوسرے  
میں ہو سکتی ہے اور نہ ہے۔

ایک تو یہ انسان کی بنیاد حیوانیت پر رکھی جاتی ہے  
اور حیوان کی ترقی یافتہ شکل سمجھ کر اسی تاویز نگاہ  
سے اس کے مسائل حل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔  
اور دوسری یہ کہ انسان کی بنیاد "اخلاق" پر  
رکھی جائے اور اس کو دنیا میں اللہ کا نائب تمام  
مانا جائے پھر اس کے مسائل حل کئے جائیں۔

ان دونوں میں بڑا فرق ہے اور علی میدان  
میں دونوں کا اثر بالکل دو مختلف شکلوں میں  
ظاہر ہو گا۔

پہلی راہ وہ ہے کہ جس پر چل کر مفکرین عالم "انسانیت"  
کے مسائل حل کرنے میں مصروف ہیں۔ آپ غور فرمائیے  
کہ "انسانیت" کے طعنے سے بچنے کے لئے کس طرح  
"انسانیت" کے اقدار بدلے جا رہے ہیں۔

اور دوسری راہ "تران" کی ہے کہ ابتدائے  
آفرینش سے جب کبھی انسان نے اس راہ کو اپنا لیا ہے  
دنیا امن و خوشی کا گہوارہ بن گئی ہے اور انسانوں کے  
درمیان سے تمام "دعویٰ" کے پرچے ہٹ گئے ہیں۔  
حقیقت یہ ہے کہ ہزاروں سال کی مسلسل جدوجہد  
کے بعد جدید انسان نے خارجی حقیقت کی "وفاقی"

کے لئے جو آئینہ تیار کیا ہے۔ اس میں سوائے "اپنے"  
عکس کے تقریباً ساری چیزیں اس نے دیکھ لی ہیں۔  
باہر کی دنیا کا پتہ لگانے میں وہ بہت حد تک کامیاب  
ہے۔ لیکن خود انسان کے بارے میں ابھی بہت سے  
سوالات باقی ہیں۔ جن کا تشفی بخش جواب اسے نہیں  
مل سکا۔

اعد یہ ایک مسئلہ امر ہے کہ حیثیت تک انسان ٹھیک  
ٹھیک اپنا پتہ نہ لگا سکے گا۔ اس وقت تک دنیا کے  
دیگر مسائل کا خاطر خواہ حل نہ ڈھونڈ سکے گا۔  
قرآن کا کام میں انسان کی حقیقت و اشکاف کر کے  
اس کا مقام متعین کر دینا ہے۔ جو انسانی عقل کے دسترس  
سے باہر کی چیز ہے۔

اس کا کام بہت دیر کی تیز نگاہوں کی تحقیقات میں  
انجمنات ہیں۔ جو بہت حد تک انسانی کے تابع ہیں۔  
"یمنان" (مطبی) (باقی آئندہ)

## بقیہ تلاش حق میں شرم نہیں کرنی چاہئے

کہتے ہیں کہ تم حضورؐ کے حجاز زاد بھائی ہو کر خود کو تکلیف  
کی مجھے بلا لیتے مگر میں کہتا کہ میں نے علم حاصل کرنا تھا  
اس لئے میرا ہی حاضرم ہونا ضروری تھا۔ بعض حضرات  
پر چھتے کہ تم کب سے بیٹھے ہو میں کہتا بہت دیر سے وہ  
کہتے کہ تم نے بُرا کیا اطلاع کر دیتے۔ میں نے  
جواب دیا کہ میں نہیں جانتا تھا میری وجہ سے آپ اپنی  
ضروریات سے فارغ ہونے سے پہلے آئیں۔

یہی چیز تھی جس نے عبداللہ بن عباسؓ کو اپنے وقت  
میں جبر الامتہ اور بجز العلم کا لقب دلایا۔ جب ان کا  
وصال ہوا تو طائفت میں تھے۔ حضرت علیؓ کے  
صاحبزادہ عمرؓ نے حبارہ کی نماز پڑھائی اور فرمایا  
کہ آج اس امت کا امام ربانی رخصت ہوا حضرت

عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ ابی عباسؓ آیتوں کے  
شان میں نازل جاتے ہیں سب سے ممتاز ہیں حضرت  
عمرؓ معنی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو ممتاز صفت میں جگہ  
دیتے تھے۔ یہ سب اسی جانشانی اور قربانی کا ثمرہ  
ہے۔ اور اگر یہ صاحبزادگی اور اونچی ذات کے  
گھنڈ میں رہتے تو یہ مراتب کیسے حاصل ہوتے۔ خود

آقاؐ کے نامدار تلمیذ عبداللہ بن عمرؓ کا ارشاد ہے کہ جس  
سے علم حاصل کرو ان کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ۔  
حضرت علیؓ رحمہ اللہ وہ کار شاہ ہے کہ جس نے مجھ کو ایک  
حرف بھی پڑھا دیا میں اس کا غلام ہوں۔ خواہ وہ مجھے

آزاد کر دے یا بیچ دے سب کچھ ہی کثیر فرماتے ہیں کہ  
علم تو پروری کے ساتھ حاصل نہیں ہوتا امام شافعیؒ فرماتے  
فرماتے ہیں کہ جو شخص علم کو بے ادبی اور استغناء کے ساتھ  
حاصل کرے وہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ ہاں جو شخص غلامی  
اور عاجزی کے ساتھ حاصل کرنا چاہے وہ کامیاب  
ہو سکتا ہے۔ حضرت عبداللہ مبارکؒ مشہور حدیث

میں۔ علم دین کے حاصل کرنے میں شرم نہیں کرنے چاہئے  
جو شخص بھی اپنے سے زیادہ علم والا اس کو استاد  
بنا لیا۔ خود کہتے ہیں کہ میں نے چار ہزار اساتذہ  
حدیث حاصل کی ہے۔ آج کل اکثر لوگ اپنے کو  
اونچی ذات کا خیال کر کے غریب علماء سے پڑھنا کسر  
شان سمجھتے ہیں مگر ان کو علوم دینی میں شرم ماننا نہیں چاہئے  
یہ ٹھیک ہے کہ الحیاء من الایمان (حدیث) دنیا  
ایمان کا حصہ ہے) مگر حیا برے کاموں میں ہوتی  
چاہئے نہ کہ تلاش حق اور نیکی کے کاموں میں۔  
اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کے اندر طلب حق کی  
ترغیب پیدا کر کے ان کو اس کی تلاش کے لئے  
ہر ممکن کوشش کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

## بقیہ تذرات

حصہ سے آگے

بعد جب وی۔ پی بھیا گیا تو حکم ڈاک نے یہ لکھ کر دیا  
کہ دیا کہ اس نام کا اس علم میں کوئی شخص نہیں ہے اس  
سistem طریقہ کو ملاحظہ فرمائیے۔ تین ماہ تک تو اس  
شخص کی روح موجود رہی اور پھر وصولی کوئی رہی اس  
کے بعد حکم ڈاک کی کرامت سے غائب ہو گئی۔ جب پھر  
صاحب لاہور کو تحریری شکایت کی گئی تو جواب آ گیا۔ کہ  
تحقیق کرنے پر معلوم ہوا ہے کہ اس نام کا اس علم میں  
کوئی شخص نہیں ہے۔ دوبارہ لکھا گیا کہ تحقیق اس بات کی ہو  
چاہئے کہ تین ماہ تک کس کو یہ چھو دیا جاتا رہا اور کون  
دینے والا تھا۔ اس کا جواب یہ ملا کہ غیر ضروری شہرہ  
کا کوئی ریکارڈ نہیں رکھا جاتا۔ اسلئے کوئی کارروائی نہیں  
ہو سکتی۔ اس کے بعد "قہر درویش بر جان و دلش" سولہ  
خاموشی کے کوئی چارہ کار نہ تھا۔

نوشہرہ چٹاوتی سے ایک دوست نے ستمبر ۱۹۹۵ء  
کو پانچ روپیہ تیرہ آنہ کا مٹی لٹے بھیا جو آج تک نہ ہمیں  
موصول ہوا۔ اور نہ فریڈنہ کو واپس ملا۔ ہم نے پوسٹ اسٹامپ  
کو اور فریڈنہ نے پوسٹ اسٹامپ صاحب نوشہرہ چٹاوتی کو لکھا۔  
ہماری عرضداشت کا یہ جواب ملا کہ مٹی لٹے لاہور پہنچا ہی نہیں  
پوسٹ اسٹامپ نوشہرہ چٹاوتی نے فریڈنہ کو کیا جواب دیا۔ یہاں  
کی ہیں کوئی اطلاع نہیں

ایک دوست کو بارہ پرچے ارسال کئے  
گئے۔ تو ان کی طرف سے شکایت آئی کہ ہمیں پہنچے  
چنانچہ ان کو دوبارہ بھیجے گئے۔

یہ نمونہ مشتے از خروار ہے۔ شہرہ روزانہ  
شکایات موصول ہوتی رہتی ہیں۔ ان شکایات کی  
تلافی ہمارے بس کا روگ نہیں ہے۔ یہ تو حکم  
ڈاک کا کام ہے۔ ہماری گراؤٹ کی یہ انتہا ہے کہ  
تقسیم سے پہلے جو حکمہ اپنی ایمانداری کے لئے  
مشہور تھا۔ اب اس میں بھی حالات تا گفت بہ  
ہو گئے ہیں۔ ہم تو یہی کہہ سکتے ہیں کہ پرچہ نہ پہنچنے  
کی اطلاع آنے پر دوبارہ بھیج دیں۔ اس لئے



# سفرنامہ ارض مصر

(۲۲)

## قاہرہ کے قابل دید مقامات

(از خان عبد الحمید خاں آف فیروز سنہ ۱۲۸۵ھ)

قاہرہ کا شہر جیسے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، بڑا عظیم  
افریقہ کا سب سے بڑا شہر ہے جو تقریباً بیس میل تک دریائے  
نیل کے دونوں کناروں پر آباد ہے۔ دریا سے  
مختلف مقامات سے نہریں کاٹ کر پھر دریا میں ملا  
دی گئی ہیں۔ ان نہروں کے دونوں کناروں پر ہر ایک  
عمارت کھڑی ہیں۔ دریا کو عبور کرنے کے لئے  
کئی پل ہیں۔ پہلے پل پیرس اور لندن کے پلوں کی  
طرح بنائے گئے ہیں اور حسب ضرورت جہازوں  
کی آمد و رفت کے لئے اٹھائے جاسکتے ہیں۔  
**ہوٹل اور قہوہ خانے** قاہرہ میں ہر درجہ اور  
کے لئے لاتعداد ہوٹل اور قہوہ خانے ہیں بعض  
ہوٹل تو لندن، روم اور پیرس کے ہوٹلوں کا مقابلہ  
کرتے ہیں۔ جہاں کا انتظام یورپین طرز کا ہے۔  
یہاں مسافروں کے آرام اور سائش کا پورا پورا  
سامان موجود ہے۔ کیونکہ قاہرہ میں مصری لوگوں کے  
علاوہ ہر قوم اور مذہب کی آبادی بڑی تعداد میں  
پائی جاتی ہے اس لئے یہاں ہر مذہب اور ہر  
قوم کے لئے علیحدہ علیحدہ ہوٹل کھلے ہیں۔ لیکن  
تعجب کی بات یہ ہے کہ ان سرفیض ہوٹلوں کے  
مالک زیادہ تر یہودی ہیں۔ یہ وہ قوم ہے جس نے  
تقریباً تمام یورپ کے بڑے بڑے شہروں میں  
ہوٹل، سٹورز اور کارخانے قائم کر رکھے ہیں۔ ہوٹل  
میں بھی زیادہ تر یہودی قاضی ہیں۔ اس طرح تمام  
دنیا کی مالیات پر ان کا اثر و سوج قائم ہو گیا  
ہے۔

ہوٹل نہایت صاف ستھرے اور پاکیزہ ہیں۔  
صفائی کی طرف یہاں خاص توجہ دی جاتی ہے۔  
 غسل خانے، سیڑھیاں، گیدیاں اور کمرے ایسے  
معلوم ہوتے ہیں کہ ان پر کسی مسافر کا قدم نہیں پڑا۔  
ہر کمرے میں میز، کرسیاں، پردے، بینک اور دیگر  
موجود ہیں۔ کھانا نہایت عمدہ اور سروس با سلیقہ  
ہوتی ہے۔

مصری لوگ قہوہ اور چائے بہت استعمال  
کرتے ہیں۔ اس لئے یہاں کے قہوہ خانے بہت وقت  
آباد رہتے ہیں۔ اتفاقاً آپ کسی قہوہ خانے میں چلے

جائیں تو آپ کو بے فکر دل کا جھوم نظر آئے گا۔  
جس میں مسافر، شہری، سوداگر، مزدور، طالب علم  
ہر قسم اور پیشہ کے سینکڑوں لوگ بڑے بڑے  
پیچھے قہوہ یا چائے کی پیالیاں سامنے رکھے ہوئے  
سگاریاں حقہ نوشی کرتے نظر آئیں گے۔

موسم کے لحاظ سے آج کل کھانے کے بعد  
تربوڑ کا بڑا رواج ہے۔ یہ تربوڑ برفاب، سرخ،  
نیشتر اور بڑے مزے دار تھے۔

**عجائب خانہ** باب الخلد کے چوک کے  
ایک طرف عربی طرز تعمیر کی  
ایک شاندار عمارت میں مصر کا عربی عجائب خانہ ہے۔  
یہاں مصر کے عربی حکمرانوں کی یادگاریں محفوظ ہیں۔  
یہ عجائب گھر عمارت کی پہلی منزل میں ہے۔ یہاں  
حضرت عمرو بن العاص فاتح مصر کے وقت سے  
لے کر عربی حکومت کے خاتمہ تک یعنی پندرھویں  
صدی کے اخیر تک کے عربی سلاطین کے نوادرات  
رکھے ہوئے ہیں۔ جن سے ان حکمرانوں کی عظمت  
اور شان کا اندازہ لگتا ہے۔ دوسری منزل میں کتب  
خانہ ہے جس میں اسی عہد کے خلفاء اور وایلوں کی  
تحریروں کو شیشے کے کیسوں میں رکھا گیا ہے۔ شاہی  
فرائین، عہد نامے، خطبے، غرضیکہ ہر وہ تحریر جو زمانہ  
کی دست برد سے محفوظ رہ گئی ہے یہاں جمع کر  
دی گئی ہے۔ تاکہ مورخین کی اس زمانہ کی صحیح تاریخ  
لکھنے میں رہنمائی کر سکے۔ یہ تحریریں ان سلاطین کی  
رعایا پروری اور عدل و انصاف کی زندہ جاوید تصویر  
ہیں۔ مجھے قرآن مجید کا ایک نسخہ دکھایا گیا جو ابن  
ابوالفتح نے ترکی سلطان سلیم کے لئے لکھا تھا۔ اس  
کے علاوہ حضرت عثمانؓ کے لکھے ہوئے قرآن کے  
ایک صفحہ کا ٹکس رکھا ہوا ہے جس کو دیکھ کر طبیعت  
پر ایک خاص اثر پیدا ہوتا ہے جو احاطہ تحریر سے  
باہر ہے۔ ان نوادرات کے علاوہ سینکڑوں ناباب  
قلبی نسخے اور شاعروں کے دیوان موجود ہیں۔ ایک  
طرف پرنے سکے جو وقتاً فوقتاً مصر میں رائج ہوتے  
مکبول میں سجائے ہوئے ہیں۔ دیواروں پر شاہان مصر  
کی قد آدم تصاویر آویزاں ہیں۔

**پرانہ عجائب گھر** عربی عجائب گھر کے علاوہ  
یہ دوسرا بڑا عجائب گھر  
ہے۔ جس میں قدیم مصری زمانہ کے عجائبات رکھے  
گئے ہیں۔ لندن کے برٹش میوزیم میں تو ایک مال  
مصری عجائبات کے لئے وقف تھا لیکن اس  
عظیم الشان اور رفیع عمارت کے کئی مال قدیم مصری  
نوادرات سے بھرے ہوئے ہیں۔ پتھر کے بت جو  
وقتاً فوقتاً کھلتی ہیں برآمد ہوتے، بجلی سوزل میں  
رکھے ہوئے ہیں۔ یہ بت فراعنہ مصر کے وقت کے  
ہیں۔ فراعنہ مصر خود کو خدا اور نائب خدا مانتے تھے۔  
اور بزرگوں کے بت بنا کر ان کی پرستش کرتے تھے۔  
دوسری منزل میں فراعنہ مصر، امراء اور معبدوں کے  
بڑے بڑے بجاویں کی محفوظ شدہ لاشیں رکھی ہوئی  
ہیں۔ قدیم مصریوں میں رواج تھا کہ جب کوئی فرعون  
یا ہندو بڑا امیر یا کسی معبد کا بڑا بجاویں مرجاتا تو اس  
کی لاش کو ادویات لگا کر گلے سڑنے سے محفوظ کر  
لیتے۔ اور پھر کفن پینا کر اسے کڑی کے صندوق میں  
بند کر دیتے۔ اس کا تمام سامان، کھانے کے برتن،  
لباس، زیورات، دستر، حتیٰ کہ ان کے بالوں جافہ مثلاً  
کتا، بلی وغیرہ اس صندوق کے ساتھ ایک ترخانہ  
میں رکھ دی جاتیں۔ تاکہ جب وہ زندہ ہو تو اسے کسی  
چیز کی ضرورت نہ ہو۔ اور تمام سامان اسے فوراً مل  
سکے۔ یہ صندوق نہایت ہی خوب صورت ہیں اور ان  
پر نہایت محنت سے پیل بونے کئے ہوئے  
ہیں۔ اوپر کے صندوق سے ہی اس کے اندر کی لاش  
کے مرتے کا پتہ چل جاتا ہے۔

ان صندوقوں کے اندر اس لاش کے حالات  
لکھے ہوئے ہیں۔ یہ عجائبات اس وقت کے رسم الخط  
میں ہے۔ اس زمانے میں مصری تصاویر کے ذریعے  
لکھا کرتے تھے۔ حروف ابجد کا رواج نہ تھا۔ اور  
کسی چیز کا نام لکھنے کے لئے کوئی تصاویر بنائی  
جاتی تھیں۔ یہ زبان کو بونکر معلوم ہوتی۔ یہ ایک علیحدہ  
کہانی ہے جس کا تذکرہ یہاں غیر ضروری ہے۔

ان لاشوں کو دیکھ کر عبرت حاصل ہوتی ہے۔  
اگر پرانی مصری تاریخ کے صفحات کی ورق گردانی کریں تو  
معلوم ہوتا ہے کہ یہ شاہان مصر اپنے آپ کو خدا مانتے تھے  
اور ان کی رعایا ان کو سجدہ کرتی تھی۔ قدیم مصری لوگوں  
کی یہ مجال نہ تھی کہ وہ اپنے دیوتا یا بادشاہوں کی  
طرف نظر اٹھا کر دیکھ سکیں۔ مگر آج یہ حال ہے  
کہ ان کی لاشیں مناسٹ کے لئے شیشے کی ادویوں  
میں رکھی ہوئی ہیں۔ سچ ہے کہ عزت اور دولت  
صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ جسے چاہے  
حاکم بنائے اور جسے چاہے محکوم۔

ان لاشوں کے علاوہ پائیس رول پائیس  
ایک پودا ہوتا تھا جس کے پتوں کو قدیم مصری  
کاغذ کے طور پر استعمال کرتے تھے، پڑے ہیں  
جن پر قدیم مصری تاریخ، مختلف زمانوں کے فرعونوں



کے حالات، عبادت کے طریقے۔ شاہی فرامین، عہد نامے، پند و نصائح، شادی، بیاہ اور اموات کی رسومات درج ہیں۔ ان ہی سے قدیم مصر کی تاریخ مرتب کی گئی ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ مصری تہذیب حضرت مسیح کی پیدائش سے پانچ ہزار سال پہلے کی ہے۔ مجھے بہت شوق تھا کہ کسی سے یہ معلوم ہو سکے کہ سیدنا حضرت ابراہیمؑ کے عہد میں کونسا فرعون یہاں حاکم تھا۔ اس کے بعد حضرت یوسفؑ جب یہاں آئے اور ان کو مصر میں حکومت ملی اس زمانہ کا یقین ہو سکے یا پھر حضرت مسیحؑ علیہ السلام کا جس فرعون سے مقابلہ ہوا اور بنی اسرائیل کو نجات ملی اس فرعون کو دیکھ سکوں۔ لیکن ممکن نہ ہو سکا۔ یہ عجائب خادموں کے لئے اگر قدیم تاریخ کا سرمایہ مٹا کرتا ہے۔ تو صاحب بصیرت انسانوں کے لئے عبرت کا۔

**قلعہ ایوبی** صلاح الدین ایوبی کا قلعہ دیکھا۔ یہ قلعہ کافی بڑا ہے جس کی عمارت کئی جگہ سے مرمت طلب ہو چکی ہے۔ صلاح الدین ایوبی وہی سلطان ہے جس نے تمام عیسائی یورپ کا مقابلہ کر کے بیت المقدس اور فلسطین کو عیسائیوں کے قبضے سے نکالا۔ افسوس کہ اس سلطان کی تمام محنت یورپ اور امریکہ کے سیاست دانوں نے بیسویں صدی میں غارت کر دی اور اسرائیل کی سلطنت کو فلسطین میں قائم کر کے عربوں کے سینے میں ایک ایسا پتھر پیوست کیا جو اب نکالنا مشکل ہو گیا ہے۔ عیسائی دنیا ان یہودیوں کی مددگار ہے جنہوں نے ان کے رہنما حضرت عیسیٰؑ کی تہذیب کی اور قبول ان کے انہیں سولی پر لٹکا دیا اور اہل اسلام کے دشمن جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سچا پیغمبر تسلیم کیا۔ اور ان کی عزت و حرمت پر حریف ڈالنے دیا۔

**چاہ یوسف** اس قلعہ کے قریب ایک بہت وسیع گڑھا ہے جسے چاہ یوسف کہتے ہیں۔ غلام لوگوں میں مشہور ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام پر جب زنجانے لگایا تو عزیز مصر نے باوجود الزام جھوٹا ثابت ہونے کے اپنی عزت اور پتائی کے خیال سے انہیں یہاں قید کر دیا تھا۔ یہیں یہ سر اسر جھوٹ معلوم ہوتا ہے۔ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ ہزاروں سال کا پیرانا گڑھا وہی قید خانہ ہو جہاں یوسف علیہ السلام بند رکھے گئے تھے۔ اس کا تاریخی ثبوت کوئی نہیں ملتا۔ تاہم لوگوں میں یہ روایت عام ہے۔

**باغ فردوس** قنارہ میں دو باغات نہایت خوبصورت ہیں۔ ایک باغ فردوس کہلاتا ہے اور دوسرا مچھلیوں کا باغ باغ فردوس تو دنیا میں بالکل جنت کا نمونہ معلوم

ہوتا ہے۔ روٹیں، سبزہ، پھولوں کے ستنے اور جگہ جگہ درختوں کے جھنڈ کوئی جگہ ایسی نہیں جس کی سرانگہی میں کوئی کسر اٹھا رکھی گئی ہو۔ دیکھنے والا خوبصورتی اور مصریوں کی صناعتی دیکھ کر دنگ رہ جاتا ہے۔ ایک عجیب بات یہاں نظر آئی۔ گدلوں کے اوپر اور کہیں کہیں دیواروں پر ایسی قرآنی آیات منقش ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی تعریف، اس کی عظمت اور جبروت کا ذکر ہے۔ غالباً یہ اسلامی تعلیم کا اثر ہے کہ انسان اس خوب صورت مقام پر اللہ تعالیٰ کو نہ جھٹول جائے اور اس کی توجہ ان آیات کو پڑھ کر کسی معبود حقیقی پر مرکوز ہو جائے جس نے انسان کو عقل اور علم کی دولت سے نوازا جس کی بدولت وہ خوب صورت امتیاز بنانے پر قادر ہوا۔

**مچھلیوں کا باغ** باغ فردوس کے قریب ہی ایک اور باغ ہے۔ یہ مچھلیوں کی نمائش گاہ ہے۔ یہاں بے شمار حوض بنے ہیں۔ جن میں ہزاروں اقسام کی مچھلیاں تیرتی ہوئی ہیں۔

**وحوش خانہ** باغ کے درمیان میں ایک ٹیلہ ہے جسے آریار کرنے کے لئے سرنگ نما راستے بنے ہیں۔ روٹوں کے کناروں پر نشستوں کا انتظام کیا گیا ہے تاکہ اگر سیر و تفریح کے شائقین تھک جائیں تو ان نشستوں پر بیٹھ کر آرام کر سکیں۔ ہزاروں مصری اور غیر اقام کے سیاح یہاں آتے ہیں۔ اور مصریوں کی نفاس کی داد دیتے ہیں۔ طالب علم تو یہاں تقریباً ہر گوشہ ٹاک سے آکر مچھلیوں کا نظارہ کرتے ہیں۔

**چڑیا گھر** دوسرے دن گڈا کی طرف جانا تھا جہاں ابو الول اور ابراہام مصریوں کے راستے میں قنارہ کا چڑیا گھر ہے۔ اس لئے ٹیکسی لے کر پہلے چڑیا گھر کی طرف گئے۔ چڑیا گھر شہر سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر ہے اس کی عمارت نہایت شاندار ہیں اور سرنگیں نہایت کشادہ اور صاف ستھری۔ کہیں کہیں خوب صورت ٹائلوں کا فرش ہے۔ سرنگوں کے دونوں طرف ہنریں اور ٹالیاں ہیں جو پتہ نہیں ہیں۔ ان کے علاوہ حوض بھی ہیں۔ چڑیا گھر میں بھی باغ لگایا گیا ہے۔ جسے پھول اور درختوں سے آراستہ کیا گیا ہے اور شائقین کے لئے یہاں بھی نشستوں کا انتظام ہے۔ اس چڑیا گھر میں دنیا کے ہر گوشہ کے حیوانات، طیور اور وحوش جمع کر رکھے ہیں۔ غیر ملکوں کے لئے زرافہ، ڈیبرا اور سمندری گھوڑا زیادہ تر توجہ کے مرکز ہیں۔ کچھ عرصہ یہاں سیر کرنے کے بعد ہم گڈا کی طرف روانہ ہوئے۔ مصر اپنے پڑے تمدن، دریا، نیل اور ابراہام کے لئے دنیا بھر میں مشہور ہے۔ ابراہام دراصل فراعنہ مصر کے تیسرے ہیں۔ جو انہوں نے اپنی عظمت

اور جاہ و جلال کے شایان شان بڑے چڑیا گھر سے لکھے ہیں منٹ ہوئے ہوں گے کہ ہماری گاڑی گڈا کے ٹرم شیشن پر پہنچ گئی۔ راستے میں سوڑوں، ٹرپوں پر آئے جانے والوں کی قطاریں تھیں۔ غیر ملکی تو قنارہ میں اسی غرض سے آتے ہیں کہ ابراہام کو دیکھیں ٹرم شیشنوں پر بھی سوڑوں، بیلوں، گھوڑا گاڑیوں اور اونٹوں کے حصول کا مجمع رہتا ہے۔ جن پر میچ کر لوگ ابراہام کی سیر کرتے ہیں۔ سوڑوں کی نسبت یہاں اونٹ اور گدھے کی سواری زیادہ پسند کی جاتی ہے۔ کیونکہ ایسی سواری امریکہ اور یورپ میں میسر نہیں آتی۔ بچے، مرد، عورتیں اونٹوں پر سوار ہوتے ہیں۔ لگتے ہیں۔ نقشے لگاتے ہیں۔

یہ ابراہام دنیا کے سات پرانے عجائبات میں شمار ہوتے ہیں۔ اور بے بھی ایسا ہی۔ کیونکہ ان کی بناوٹ دیکھ کر انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ کئی کئی سوین وزنی پتھر اتنی بلندی پر پہنچا جہاں آسان کام نہیں۔ جو ان ابراہام کی تعمیر میں لگائے گئے ہیں بعض مورخین کا خیال ہے کہ فراعنہ مصر فلسطین، بابل، شام اور عرب پر جب حاکم تھے تو انہوں نے یہاں کے محکوم لوگوں کو سویرے کے علاقہ سے پتھر لانے کے کام پر لگایا تھا۔ ہزاروں غلام صبح سے شام تک پتھر کاٹنے میں مصروف رہتے۔ ہزاروں غلام پتھر دوں کو آستہ آستہ کھینچتے ہوئے گڈا کی طرف لاتے۔ ہزاروں غلام ان کو بلندی کی طرف کھینچتے۔ لیکن یہ سب قیاس ہیں۔ ابراہام مصر کی بناوٹ سے پتہ چلتا ہے۔ کہ مصری تہذیب اس زمانہ میں اپنے پورے عروج پر تھی۔ فن تعمیر میں ان کا مقابلہ آج کے لوگ بھی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ یہ ابراہام بنے تقریباً ۵ ہزار سال ہو چکے ہیں۔ وہ جوں کے توں کھڑے ہیں اور زمانہ کی تخریبی قوتیں ان کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکیں۔ سب سے بڑا ابراہام یا مقبرہ خوف فرعون نے اپنے لئے بنوایا۔ جس کا خاندان ۲۹۰۰ سے ۲۷۵۰ قبل مسیح میں حکمران تھا۔ یہ ۷۰ فٹ مربع اور اس کی بلندی ۲۶۰ فٹ ہے۔ دوسرا ہرم ۲۵۰ فٹ بلند ہے اور اس کا چوڑا ۷۰۰ فٹ مربع ہے۔ تیسرا ہرم جو سب سے چھوٹا ہے۔ اس کا چوڑا ۳۵۰ فٹ مربع ہے اور بلندی صرف ۲۰۰ فٹ ہے۔ دوسرا ہرم فرعون کیفرن نے بنوایا تھا اور تیسرا ہرم فرعون منکورا کا ہے۔ یہ تینوں فراعنہ ایک ہی خاندان کے تھے۔

ان ابراہام کے علاوہ کئی اور چھوٹے چھوٹے ابراہام ہیں جو شاہان مصر کی قبریں ہیں۔ یہ ابراہام اس طرح بند کئے گئے تھے کہ راستے کا معلوم کرنا بہت مشکل تھا۔ لیکن صدیوں کی محنت کے بعد پڑا نے مصری کتبوں کے ماہرین کی محنت سے بارہ درمیانی اور سب سے بڑے ابراہام کا سرنگ نما راستہ معلوم ہو



کیا۔ جسے فرعون کی لاش تہ خانہ میں رکھنے کے بعد نہایت چالاک سے بند کر دیا گیا تھا اور باہر سے اس کا کوئی نشان نظر نہ آتا تھا۔

اس ہرم میں نیچے اور پتھر درجے میں جن میں جانے کا راستہ نہایت تنگ ہے۔ اور گردن کی کاجا تقریباً ناممکن ہے۔ پچھلے حصے میں لکھ کی لاش تھی۔ ان لاشوں میں بے شمار زرد جواہر اور سونا تھا۔ اس کے علاوہ پتھر کے بت بھی تھے۔ جو غالباً ان کی لونڈیوں اور غلاموں کی صورتوں پر تراشے گئے تھے۔ یہ لاشیں، سونا، جواہرات اور بت یہاں سے نکال کر عجائب گھر میں رکھ دیئے گئے ہیں۔ اندر گہری لگادی گئی ہے۔ تاہم آنے والے دالے اپنے ہمراہ ٹارنچ رکھتے ہیں۔

اب یہاں خالی کمرے اور تہ خانے باقی ہیں جن کو دیکھنے کے لئے لوگ آتے ہیں۔ گائیڈ موجود ہوتا ہے۔ آپ اہرام میں جانے کا ٹکٹ لے کر گائیڈ کے ہمراہ اندر داخل ہوں تو گائیڈ جن کی زبان بند ہونے کا نام نہیں لیتی، طرح طرح کی کہانیاں اور افسانے آپ کو سنائے گا۔ جس میں سچ کم گڑبھٹ زیادہ ہوگا۔ اور برا نہ مانئے۔ تو آپ کو بتاؤں کہ ایک صاحب جو یہاں اہرام دیکھنے آئے تو ان کے ہمراہ ان کی بیوی اور دو بچے بھی تھے۔ جب اندر داخل ہوئے تو انہیں ایک بچہ نظر آیا۔ اتنا بڑا بچہ کہ وہ ڈر گئے۔ اور ان کی بیگم کو تو عرش آگیا۔ بڑی مشکل پیش آئی وغیرہ وغیرہ کبھی بتائیں گے کہ ایسے لوگ بھی آتے ہیں جو دیواروں کو ہتھوڑیوں سے بجاتے ہیں۔ شاید دوسری راستہ کا پتہ لگانا چاہتے ہیں۔

ایک ہی اسرام دیکھ کر طبیعت سیر ہو

**الواہول** گئی۔ اور الواہول دیکھنے لگے۔ بڑے اہرام کے پاس ہی یہ ایک بھڑورے رنگ کا بہت بڑا پتھر کا شیر بنا ہوا ہے۔ جس کی لمبائی تقریباً ۸۰ فٹ ہے۔ اور زمین سے سر کی چوٹی تک ۶۰ فٹ اونچا ہے۔ باقی جسم شیر کا ہے صرف چہرہ عورت کا ہے۔ جس کی ناک گم ہو چکی ہے۔ ہونٹوں پر ملک اس پر اسرار جسم رقصاں ہے۔ کس زمانہ میں بنا۔ کس نے بنایا کس کے لئے بنایا اور کیوں بنایا۔ یہ سوال شرمندہ جواب نہیں ہو سکے۔ پرانی تحریریں جو آج تک دست یاب ہوئی ہیں۔ الواہول کے متعلق خاموش ہیں۔ اس کا پر اسرار قسم دنیا کے لئے ایک عجیب معتمہ ہے۔ اس کی بارہ دوسرا معتمہ ہے۔ کہ یہ ایک یہ سام پتھر کا بت بنایا گیا ہے۔ اور اس میں کوئی ٹکڑا دوسرے پتھر کا نہیں۔ اس کے قریب ہی ایک مندر کے کھنڈرات موجود ہیں۔ قیاس کیا جاتا ہے کہ یہ جت کسی مصری خاندان کا معبود ہوگا۔

الواہول کے چھوٹے چھوٹے نمونے پتھر میں

مٹی اور لوہے کے یہاں عام ملتے ہیں جنہیں تاج بڑے شوق سے خریدتے ہیں۔

## قاہرہ کی مساجد

قاہرہ میں مساجد کو جامعہ کے نام سے پکارتے ہیں۔ اسلامی دنیا کے اس سب سے بڑے شہر میں مساجد کی صحیح تعداد معلوم کرنا ایک دشوار کام ہے۔ کیونکہ کوئی بازار، مرکز، گریڈ اور محلہ ایسا نہیں جہاں مسجد نہ ہو۔ جہاں پانچ زکوٰۃ الکر کی صد مسلمانوں کو خدائے تمیز کی طرف بلانے کے لئے بلند ہوئی ہو۔ یہاں صرف ان تاریخی مساجد کا ذکر خالی از پیشی نہ ہوگا۔ جن کی تعمیر خاص بادشاہوں یا امراء نے کی۔ اور جن کی زینت اور آرائش دیکھ کر تیار فک رہ جاتے ہیں۔

(۱) جامعہ عمرو بن العاصؓ اس مسجد کی بنیاد حضرت عمرو بن العاصؓ نے ۶۴۱ء میں رکھی تھی مصر میں یہ سب سے پہلی اور بڑی مسجد ہے۔ یہ ۲۹۰ فٹ لمبی اور ۲۶۰ فٹ چوڑی ہے۔ اگرچہ اس کی مرمت ہوتی رہی ہے۔ لیکن جس توجہ کی مستحق ہے وہ اس پر نہیں دی گئی۔ چار میناروں میں سے صرف دو باقی ہیں اور ان کی بستی بھی خطرہ میں ہے۔ جس شہر میں یہ بنائی گئی تھی۔ وہ اب معدوم ہو چکا ہے یعنی قسطنطنیہ کا شہر۔ اس شہر کی نشانی ہی ایک مسجد باقی ہے۔

(۲) جامعۃ الوداع یہ مسجد شہر کے ایک طرف واقع ہونے کے باعث آباد نہیں۔ اس کی اہمیت صرف یہ تھی کہ شاہ مصر اس میں جمعہ کی نماز ادا کرنے آتے تھے۔ جس کے باعث شہر کے رؤسا اور امراء بھی وہاں آ جاتے۔ آج کل یہاں زیادہ رونق نظر نہیں آتی۔ اس مسجد کے ایک کونے میں مزار دیکھا جسے عمرو بن العاصؓ کے بیٹے عبداللہ کا مزار بتایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ مسجد میں بڑے محراب سے قدرے مٹ کر ایک چھوٹا سا محراب اور بنا ہوا ہے۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہاں سیدہ نفیسہ نے نماز ادا کی تھی۔ اور یہ محراب ان کی نماز کی یادگار میں بنایا گیا ہے۔ محراب کے دائیں بائیں دو پتھر لگے ہیں۔ جن کے گرد لوہے کا جھنگ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ بیت اللہ شریف سے لائے گئے تھے۔ اسی طرح ایک ستون کے گرد بھی جھنگ لگا دیا گیا ہے۔ وہ بھی بیت اللہ شریف کا بتایا جاتا ہے۔ یہ کہانی تک سچ ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔ ایک پتھر پر گہرا نشان دیکھا۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ لوگ بیماری سے شفا پانے کے لئے اسے

چاہتے رہے ہیں۔ اور اس طرح یہ نشان بن گیا ہے (۳) جامعہ احمد بن طولول بہت وسیع اور فراخ ہے۔ اور اسے بنے ہوئے ہزار سال سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے۔ یہ مسجد بہت خوبصورت ہے۔

(۴) جامعہ الرفاعی یہ مسجد خدیو مصر اسماعیل پاشا کی دائرہ کے تعمیر کردہ تھی۔ اور رفاعی نامی ایک بزرگ شخص سے انہیں عقیدت تھی، مسجد کو منسوب کیا۔ لاہور کی شاہی مسجد کی طرح اس کا چوترا بہت بلند ہے۔ اور اس پر نہایت شاندار عمارت بنائی گئی ہے۔ یہ عمارت سرخ پتھر کی ہے۔ جس کی اندرونی دیواروں پر نہایت قیمتی پتھر لگے ہوئے ہیں۔ فرش پر خوب صورت قالین بچھے ہوئے ہیں۔ یہاں حمزہ اور عبیدین پر امراء اور رؤسا اور شاہی خاندان کا اجتماع ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی شاہی قبرستان ہے۔ نمونہ کھدو اس میں داخل ہونے پر یہاں خدیو خاندان کی سنگ مرمر کی قبریں ہیں۔ جن پر گنبد اور قبے بنے ہوئے ہیں۔ مہزول شدہ شاہ فاروق کی قبر بھی تیار پڑی ہے۔ لیکن خد جانے اس کا ٹھکانہ کہاں ہے۔

(۵) جامعہ حضرت امام حسینؑ شہر کے پر رونق حصہ میں واقع ہونے کے باعث بہت آباد ہے۔ اس کی آرائش اور زیبائش پر شاہان مصر نے دل کھول کر رقم صرف کی ہے۔ مسجد کے پچھلے حصہ میں حضرت امام حسینؑ کا مزار ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جب بڑے کے پاس آپ کا سر مبارک پہنچا تو وہاں سے اسے مصر میں لایا گیا۔ اور یہاں دفن کیا گیا۔ اگرچہ دوسری روایت میں آپ کا سر مبارک دمشق کی مسجد امیر میں دفن کیا جانا بتایا جاتا ہے۔

مزار کی وجہ سے یہ مسجد مزج خاص و عام ہے۔ اور یہاں ہر وقت لوگ دعائیں مانگتے اور دو اور سلام پڑھتے ہیں مصروف رہتے ہیں

ان کے علاوہ جامعہ سلطان حسن تاریخی مسجد ہے اور جامعہ رفاعی کے جن مقابل میں واقع ہے۔ یہ پُرانی مساجد نہایت قیمتی تاریخی خزانے ہیں۔ ان کے علاوہ موجودہ زمانے کے عجیب حضرات نے نہایت عالی شان مساجد تعمیر کی ہیں۔ تاکہ لوگوں کو رہائش گاہ کے قریب ہی عبادت کے لئے فائدہ حاصل جائے۔

مجھے بتایا گیا کہ حضرت امام حسینؑ کے مزار کے علاوہ حضرت زینب بنت حضرت علیؑ کو رم اللہ وجہہ سیدتنا نفیسہ، سیدتنا سکینہ اور سیدتنا زینبہ رضی اللہ عنہا کے مزارات قاہرہ میں موجود ہیں۔ لیکن سیرت

یہاں کا مزار شریف میں ہی دیکھا جاتا ہے۔ اس لئے یہ مزار بھی قاہرہ میں ہی دیکھا جاتا ہے۔



# بچوں کا صفحہ

## خوش قسمت بچے !

از سید مشتاق حسین صاحب بخاری

پیارے بچو! ہم تمہیں ایک نصیحت کرتے ہیں وہ یہ کہ تم اپنی تعلیم میں خوب محنت کرو اور جو وقت تمہیں پڑھائی اور کھیل کود سے فارغ مل جائے اس میں کچھ نہ کچھ کام ضرور سیکھا کرو۔ اس سے نہ صرف تمہاری معلومات اور عقل میں اضافہ ہوگا بلکہ سیکھا ہوا کام تمہاری زندگی میں بھی مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ تمہیں یہ خوش قسمت بچوں کی ایک چھوٹی سی کہانی سناتے ہیں۔ جن میں کام سیکھنے کے بہت فوائد پائے جاتے ہیں۔

ایک جگہ کا ذکر ہے کہ وہاں دو ہم مکتب سعید احمد جیل رہا کرتے تھے۔ سعید امیر اور دوست دیند مال باپ کا لڑکا تھا لیکن جیل کے والدین بیچارے غریب تھے۔ جیل کا باپ ایک معمولی سا بڑھئی تھا اور کھلونے وغیرہ بنا کر گزر اوقات کیا کرتا تھا۔ جیل اپنے مدرسہ کے کام سے فراغت پا کر باپ کا ہاتھ بٹاتا اور گھر کے دوسرے کام کاج کرتا۔ چونکہ وہ دونوں دوست تھے۔ لہذا سعید اکثر جیل سے کہا کرتا کہ واہ! تم نے ابھی سے مزدوروں کی طرح کام شروع کر دیا۔ تم میرے ہمراہ اس وقت کیوں نہیں سیر و تفریح اور شکار کے لئے جاتے۔ جیل اکثر خاموش رہتا۔ لیکن جب سعید

مجبور کرتا تو جیل کہتا کہ بھائی! یہی تو دن کام سیکھنے کے ہیں۔ آج کا سیکھا ہوا کل کام آئے گا۔ اور دوسرے تمہارے گھر میں کام کرنے کے لئے کئی نوکر چاکر ہیں۔

خیر! خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اُس جگہ زبردست سیلاب آگیا۔ جس سے تمام علاقہ پانی میں غرقاب ہو گیا۔ اور کسی کو دوسرے کی خبر نہ رہی۔ جیل اور سعید مکتب سے واپس آ رہے تھے۔ وہ سیلاب میں گھر گئے۔ ایک خدا ترس نے انہیں ایک لکڑی کے تختے پر بٹھا لیا۔ اور وہ بہتے ہوئے کسی دور دراز مقام پر چلے گئے۔ وہ دونوں وہاں بے یار و مددگار تھے۔ اور ان کا کوئی پرسان حال نہ تھا۔ جب بھوک نے سخت تنگ کیا تو سعید نے کہا بھائی اب تو کسی سے کچھ اللہ واسطے مانگا جائے تاکہ جان بچے۔

جیل نے کہا۔ بھائی جیک ماگنا بہت بڑی بات ہے۔ میرے دماغ میں ایک تجویز آئی ہے۔ چلو اس کو آزمائیں۔ یہ کہہ کر جیل سعید کو لے کر بازاہ چلا گیا۔ وہاں ایک بزرگ صورت دکاندار کے پاس جا کر اپنی داستان سنائی اور کہا کہ

میں بڑے اچھے کھلونے بنا سکتا ہوں۔ اگر آپ مجھے بہت معمولی سی رقم بطور قرض دے دیں تو چند دنوں تک میں واپس کر دوں گا۔ وہ بزرگ بچے کی بات سن کر بہت خوش ہوئے اور خوشی خوشی وہ رقم دے دی اور کہا کہ تمہیں واپس کرنے کی ضرورت نہیں۔ جیل نے وہاں معمولی سا کمرہ کرایہ پر لیا۔ اور آدھار وغیرہ خرید کر کام میں لگ گیا۔ سعید کو بھی ساتھ لگا لیا۔ وہ صبح سے شام تک کھلونے بناتے اور شام کو بازاہ میں اس بزرگ کی معرفت فروخت کر آتے۔

اللہ تعالیٰ نے اُن کے کام میں برکت عطا فرمائی۔ اور کچھ عرصہ بعد ان دونوں نے بازار میں ایک دکان کھول لی۔ خوش قسمتی سے دونوں بچوں کے والدین بھی مل گئے۔ اور بچوں کو مصروف کار دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔

عزیز بچو! اس چھوٹی سی کہانی سے بہت بڑا سبق ملتا ہے۔ ہمارے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم معمولی سے معمولی کام اپنے مبارک ہاتھوں سے خود سر انجام دیتے تھے۔ اس لئے ہمیں کوئی کام بھی کرنے میں عار نہیں ہونی چاہئے۔ ایسے کام کرنے سے نہ صرف اپنا فائدہ ہوتا ہے۔ بلکہ دوسروں کا بھی جیسا کہ اس کہانی سے ظاہر ہے۔

پسر و ضلع سیالکوٹ میں

”خوفت نر“ ام الدین

خواجہ نصیر الدین صاحب

یونیورسٹی سے حاصل کر رہا ہے



ادبی شہزادہ  
عبد المنان چوہان

حد میں خدمت  
سالانہ ..... گیارہ روپے  
ششماہی ..... چھ روپے  
فی پرچہ ..... چار آنے

# نقیس زیورات

آرڈر پر تیار کئے جاتے ہیں  
زیورات خریدتے وقت  
دھرم کانٹے کی سوئی اور  
دکان کا نام دونوں کو  
ضرور دیکھیں



ٹیلیفون نمبر ۲۳۶۲

زر نقشال جیولرز - ۳۴ کمرشل بلڈنگ دی مال - لاہور

قائم شدہ ۱۹۲۸ء  
سابقہ  
ڈاکٹر (انڈین)  
مسجد وزیر خاں  
ٹیلیفون نمبر ۲۶۴۳  
لاہور  
تکے - فینچیاں - چھریاں - دیگر سامان کٹری کے لئے مشہور ہے

## ہفتہ وار خبریں

— کراچی - ۲۸ نومبر - سیاسی حلقے یہ پیش گوئی کر رہے ہیں کہ مشرقی بنگال میں پولیس کی حالیہ ہڑتال اور کراچی میں سیاسی عناصر کی گٹھ جوڑ کے پیش نظر مشرقی بنگال میں اہم ردو بدل ہونے والا ہے۔ خیال ہے کہ مسٹر اوجین سرکار اس صوبہ کے وزیر اعلیٰ بنیں گے۔  
— کراچی - ۲۸ نومبر - آل پارٹیز کشمیر کانفرنس نے تین روزہ اجلاس کے بعد یہ عہد کیا ہے کہ جموں و کشمیر کے عوام کو حق ادا دیتے دلانے کے لئے جو کوششیں جاری ہیں انہیں تیز کر دیا جائے۔

— لاہور - ۲۹ نومبر - لاہور کارپوریشن نے ایک قرارداد کے ذریعہ گورنر جنرل اور حکومت پاکستان سے اپیل کی ہے کہ وہ تازہ کشمیر کا کوئی فوری حل تلاش کریں۔

— کراچی - ۳۰ نومبر - وزیر خارجہ شریف جعفری نے کہا کہ ہم اب بھی افغان وزیر اعظم سے مشترکہ دہشت گردی کے مسائل پر گفت و شنید کے لئے تیار ہیں۔ لیکن ہم پاکستان کے کسی داخلی مسئلہ پر بات چیت کے لئے بھی آمادہ نہیں ہو سکتے۔

ایرٹ آباد - یکم دسمبر - افغانستان کے

علاقہ دوست کے باشندوں عید محمد اور مسماہ خیر کو پولیس نے گرفتار کیا ہے۔

— کراچی - یکم دسمبر - آج یہاں دستور سازی اسمبلی کی کوئٹہ پارٹی کا اجلاس تین گھنٹہ تک جاری رہا۔ جس میں دستور سازی کے متعلق اختلافی امور کے بارے میں سب کمیٹی کی رپورٹ پر غور و خوض کیا گیا۔

— لاہور - ۳ دسمبر - ریڈیو پاکستان کی مشاورتی کمیٹی نے فیصلہ کیا ہے کہ ریڈیو پاکستان کے پروگراموں میں سادہ زندگی بسر کرنے کی زیادہ سے زیادہ تشہیر کی جائے گی

# عکس قرآن مجید

اور دیگر

اسلامی - ثقافتی - علمی - ادبی اور درسی کتب  
باسانی تاجران کتب اور شائقین تک پہنچانے کیلئے

# فیر و سنٹرل سٹ

کشمیری بازار - لاہور

(دکوچے میاں سراج دین)

میں اپنی دکان کھول دی ہے

کی اقتصادی ناکہ بندی کی ہے یا نہیں۔

— بیروت - ۳ دسمبر - مصر کے امور حکومت کرنل انور سادات نے اعلان کیا ہے کہ ۱۰ دسمبر کو مصر کے نئے آئین کا اعلان کر دیا جائے گا۔

— کراچی - ۳ دسمبر - وزیر صنعت و تجارت پاکستان نے اعلان کیا کہ اٹمی بجلی پیدا کرنے کے لئے تحقیقاتی کمیشن مقرر کیا جائے گا۔ انہوں نے مزید کہا کہ تیل تلاش کرنے والی کمپنیوں کو زیادہ سے زیادہ مراعات دی جائیں گی۔

— بنیاد - ۲۹ نومبر - میان بھٹو کی مستقل کونسل نے معاہدے کا تمام مرتبہ کا کام شروع کر دیا ہے۔

— دہلی - ۲۹ نومبر - دہلی کے بااثر اخبار روزنامہ "دور" نے لکھا ہے کہ بھارتی مقبوضہ کشمیر میں آج کل شدید بد امنی کا دور دورہ ہے۔

— کابل - ۲۹ نومبر - افغانستان کے وزیر جنگ اور کمانڈر انچیف جنرل محمد عارف کو ان کے جڑ سے برطرف کر کے گرفتار کر لیا گیا ہے۔

— سیالکوٹ - یکم دسمبر - مقبوضہ کشمیر سے آنے والی اطلاعات منظر میں کہ وہاں مرزا افضل بیگ کی گرفتاری کے بعد "محاذ استھواب" کی سرگرمیاں زیادہ زور پکڑ گئی ہیں۔

— قاہرہ - ۲ دسمبر - مصر میں فساد سازی کے پہلے کارخانے کی تعمیر شروع کر دی گئی ہے۔ جو قاہرہ سے ۲۰ میل کے فاصلے پر واقع ہوگا۔ اکتوبر ۱۹۵۷ء تک باقاعدہ کام شروع کر دیا۔

— راولپنڈی - ۳ دسمبر - مقبوضہ کشمیر سے آنے والی اطلاعات سے معلوم ہوا ہے کہ بخشی حکومت کے خلاف کشمیری عوام کا غیظ و غضب اپنی انتہا کو پہنچ گیا ہے۔

— نیویارک - ۳ دسمبر - آج اقوام متحدہ کی اقتصادی کمیٹی میں پاکستان اور افغانستان کے نمائندوں میں اس سوال پر زبردست جھڑپ ہو گئی کہ پاکستان نے افغانستان